فقہی مسائل گروپ
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY
100
مختصر فتاویٰ
(حصہ 2)
از
ابوالحسن
حافظ محمد حق نواز مدنی
عفی عنہ
پیشکش: الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
نظر ثانی
ابو احمد
مفتی انس رضا قادری مدنی
دامت برکاتہم
الفتاوی الرضویة

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

تمام اُمتوں کا دین ایک ہی تھا یا جدا جدا؟

سوال: مفتی صاحب دین اسلام 1400 سال پرانا ہے یا آدم علیہ السلام کے زمانے کا، کیا سارے نبی ورسول ایک دین اور ایک شریعت لیکر آئے؟

(سائل: سید احمد رضا نوری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اصل دین یعنی توحید ورسالت اور عقیدہ آخرت وغیرہ، حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام امتوں کا ایک ہی تھا البتہ فروعی اعمال جیسے نماز روزہ وغیرہ دیگر احکام جدا جدا تھے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے: اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ
ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔(القرآن، آل عمران، آیت 19)

اس کے تحت روح البیان میں ہے: الدين الحق من زمن آدم الى نبينا عليهما الصلاة والسلام الإسلام كما قال تعالى إن الدين عند الله الإسلام وحقيقة دين الإسلام التوحيد وصورته الشرائع التي هي الشروط وهذا الدين من ذلك الزمان الى يوم القيامة واحد بحسب الحقيقة وسواء بين الكل ومختلف بحسب الصورة والشروط یعنی آدم علیہ السلام سے ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے تک اسلام ہی دین حق ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے، اللہ کے ہاں دین، اسلام ہی ہے، اور دین اسلام کی حقیقت توحید ہے اور اسکی صورت شرائط پر مبنی مختلف شریعتیں ہیں، اور یہ دین، حقیقت کے اعتبار سے قیامت تک ایک ہی ہے، سب امتوں کے درمیان برابر ہے، البتہ صورت وشرائط کے اعتبار سے مختلف ہے۔

ایک اور مقام پر ہے: أن الأنبياء عليهم السلام مشتركون ومتفقون فى اصل الدين وجميعهم أقاموا الدين وقاموا بخدمته وداموا بالدعوة اليه ولم يتخلفوا فى ذلك وباعتبار هذا الاتفاق والاتحاد فى الأصول قال الله تعالى ان الدين عند الله الإسلام من غير تفرقة بين نبي ومختلفون فى الفروع والاحكام قال تعالى لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا یعنی اصلِ دین میں تمام انبیاء علیہم السلام متفق ہیں، سب نے اسی دین کو قائم کیا، اسی کی خدمت کی، ہمیشہ اسی کی دعوت دی اور اس میں اختلاف نہ کیا۔ اصل دین میں اس اتحاد واتفاق کے اعتبار سے ہی اللہ تعالی نے بغیر کسی نبی کی تفریق کے فرمایا اللہ کے ہاں دینِ اسلام ہی پسندیدہ دین ہے، اور فروع واحکام میں اختلاف کے اعتبار سے فرمایا ہم نے تم میں سے ہر امت کے لیے شریعت ومنہج مقرر کیا۔

[إسماعيل حقی، روح البیان، 8/296]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی
26 شوال المکرم 1444ء 17 مئی 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN--FIQH ACADEMY
قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی آن لائن

کیا غوث اعظم نے ڈوبی ہوئی بارات بارہ سال بعد زندہ نکالی؟

سوال: مفتی صاحب کیا غوث اعظم نے 12 سال بعد ڈوبی ہوئی بارات والی کشتی سلامت نکالی تھی؟

(سائل: عمران حسین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں پوچھی گئی غوث اعظم کی کرامت عوام میں کافی مشہور ہے، اور اس میں کوئی ایسی بات بھی نہیں جو شریعت کے خلاف ہو، لہذا اسکا انکار نہیں کرنا چاہیے، البتہ کسی مستند کتاب میں اس کرامت کا ذکر نہیں۔ اولیاء اللہ سے اس طرح کی کرامات کے ظہور پر قرآن و حدیث سے کثیر دلائل موجود ہیں، جیسے آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو یمن سے شام میں لے آنا، حضرت مریم کا بغیر خاوند حاملہ ہونا اور غیبی رزق کھانا، اصحاب کہف کا بے کھانا، پانی صدہا سال تک زندہ رہنا کراماتِ اولیاء ہیں، جو قرآن مجید سے ثابت ہیں، یونہی حضور غوث پاک کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں جو مستند کتب سے ثابت ہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: الکرامات للاولیاء حق ای ثابت بالکتاب والسنۃ ولا عبرۃ بمخالفۃ المعتزلۃ واھل البدعۃ فی انکار الکرامۃ یعنی کراماتِ اولیاء حق ہیں۔ یعنی قرآن وسنت سے ثابت ہیں اور معتزلہ اور بدعتیوں کا کراماتِ اولیاء کا انکار کرنا، معتبر نہیں۔ (شرح فقہ اکبر، صفحہ 130، مطبوعہ ملتان)

فتاوی رضویہ شریف میں اس کرامت کے حوالے سے سوال کے جواب میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں: پہلی (بارہ برس بعد بارات نکالنے والی) روایت اگرچہ نظر سے کسی کتاب میں نہ گزری مگر زبان پر مشہور ہے، اور اُس میں کوئی امر خلافِ شرع نہیں، اس اکا انکار نہ کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 29، ص 630، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

18 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 08 جون 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

زکریا علیہ السلام کی وفات، کیا آپکا درخت سے مدد مانگنا اور رب تعالی کا ناراض ہونا صحیح ہے؟

سوال: مفتی صاحب حضرت زکریا علیہ السلام کی وفات کیسے ہوئی تھی، کیا انہوں نے کسی درخت سے مدد یا پناہ مانگی تھی جس پر رب تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا؟ (سائل: الطاف حسین حسینی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

سوال میں پوچھا گیا زکریا علیہ السلام کی وفات کا یہ قصہ اگرچہ بعض کُتب میں لکھا ہے، لیکن اس کی سند ثابت نہیں۔ اور اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا معاذ اللہ شرک ہے، ورنہ زکریا علیہ السلام کی طرف شرک کی نسبت لازم آئے گی جبکہ کسی بھی نبی علیہ السلام سے شرک کا صدور شرعاً ممکن نہیں، بس درخت کی پناہ لینا حضرت زکریا علیہ السلام کی شایان شان نہ تھا کہ اللہ عزوجل کی رضا یہی تھی کہ یہ ہستی صبر کرے۔ مکاشفۃ القلوب صبر کے بیان میں ہے: فلما بلغ المنشار إلى دماغه صاح فقيل له يا زكريا إن الله تعالى يقول لك: لم لا تصبر للبلاء تقول آه، لو قلتها مرة ثانية لأخرج أسمك من ديوان الأنبياء، فعض زكريا شفتيه، وصبر حتى شقوه نصفين یعنی جب آری زکریا علیہ السلام کے دماغ تک پہنچی تو آپ چیخے، آپ علیہ السلام سے کہا گیا، اے زکریا رب تعالی فرماتا ہے مصائب پر پہلے صبر کیوں نہ کیا جواب آہ کرتے ہو، اگر دوبارہ آہ کی تو میں انبیاء کے دفتر سے آپکا نام خارج کر دونگا، پس زکریا علیہ السلام نے اپنے ہونٹوں کو بند کر لیا، صبر کیا یہاں تک کہ کافروں نے آپکے دو ٹکڑے کر دیے۔ (مکاشفۃ القلوب، الباب الثالث فی الصبر)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

08 ذیقعدۃ الحرام 1444ھ 29 مئی 2023ء

پتھر کیوں دوزخ میں جائیں گے؟

سوال: قیامت کے دن دوزخ میں انسانوں کے ساتھ ساتھ پتھروں کو بھی ڈالا جائے گا، تو پتھروں کو کیوں ڈالا جائے گا حالانکہ ان سے بت انسانوں نے بنائے اور انسانوں نے ان کی عبادت کی تو ان کو سزا کیوں؟ (مبشر عطاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

وہ پتھر جنہیں کافر پوجتے ہیں وہ دوزخ میں عذاب یا سزا پانے کے لیے نہ جائیں گے بلکہ کافروں کو عذاب دینے کے لیے یا اُن کے غصہ و غم میں شدت کے لیے، چونکہ کافروں نے دنیا میں ان کی عبادت کر کے اپنے آپ کو اُن کے قریب کیا، لہذا آخرت میں اُنہیں اُنکے ساتھ رکھا جائے گا جن کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔

قرآن پاک میں ہے: فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ ترجمہ: اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (القرآن، البقرۃ آیت 24)

لفظ "الحجارۃ" کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ نسفی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: أی الأصنام المعبودة فهی أشد تحسيرا وإنما قرن الناس بالحجارة لأنهم قرنوا بها أنفسهم فی الدنيا حيث عبدوها وجعلوها لله أندادا

یعنی ان پتھروں سے مراد کافروں کے بت ہیں جنکو وہ پوجتے تھے، تو اس میں انکے کے لیے زیادہ غم و حسرت ہے، اور ان لوگوں کو پتھروں پتھروں کے ساتھ اسلیے ملایا جائے گا کہ انہوں نے زندگی میں اپنے آپ کو ان پتھروں کے قریب کیا اسطرح کے ان کی عبادت کی اور انہیں اللہ تعالی کا شریک ٹھہرایا۔

صراط الجنان میں ہے: پتھروں کا جہنم میں جانا اُن پتھروں کی سزا نہیں بلکہ اُن کے پجاریوں کی سزا کے لئے ہو گا یعنی پجاریوں کو ان پتھروں کے ساتھ سزا دی جائے گی۔

سورہ انبیاء کی آیت 98 کے تحت صراط الجنان میں ہے: یاد رہے کہ مشرکین کے بت عذاب پانے کے لئے جہنم میں نہ جائیں گے بلکہ ان مشرکوں کو عذاب دینے کے لیے جائیں گے کیونکہ قصور تو مشرکوں کا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کتبہ
ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی
09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ — وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY

قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

دس جنتی جانور، کیا جانور بھی جنت جائیں گے؟

سوال: مفتی صاحب کیا جانور بھی جنت میں جائیں گے؟ (سائل: عبد القیوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

روایات سے ثابت ہے کہ تمام جانوروں کو میدان محشر میں حساب کتاب کے لیے لایا جائے گا، بعد ازاں ان کو مٹی کر دیا جائے گا، البتہ بعض کتب میں دس جانوروں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے۔ مستدرک للحاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: يحشر الخلق كلهم يوم القيامة البهائم، والدواب، والطير، وكل شيء فيبلغ من عدل الله أن يأخذ للجماء من القرناء، ثم يقول: كوني ترابا فذلك {يقول الكافر يا ليتني كنت ترابا} یعنی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا یعنی چوپائے، چرند پرند اور تمام مخلوق کو۔ پس اللہ تعالی کا عدل یہاں تک پہنچے گا کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ والی کا بدلہ لیا جائے گا پھر ربّ تعالیٰ فرمائے گا: مٹی ہو جا۔ پس اس وقت کافر کہے گا: ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا۔[المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب التفسير، حديث 3231، ۳۴۵/۲]

تفسیر روح البیان سورہ کہف آیت 18 کے تحت مقاتل بن سلیمان علیہ الرحمتہ کے حوالے سے ہے: عشرة من الحيوانات تدخل الجنة ناقة صالح وعجل ابراهيم وكبش إسماعيل وبقرة موسى وحوت يونس وحمار عزير ونملة سليمان وهدهد بلقيس وكلب اصحاب الكهف وناقة محمد صلى الله عليه وسلم فكلهم يصيرون على صورة كبش ويدخلون الجنة ذكره في مشكاة الأنوار یعنی دس جانور جنت میں داخل ہوں گے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا، اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا، موسی علیہ السلام کی گائے، یونس علیہ السلام کی مچھلی، عزیر علیہ السلام کا گدھا، سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی اور بلقیس والا ہدہد، اصحاب کہف کا کتا، حضور علیہ السلام کی اونٹنی۔ اور یہ سب مینڈھے کی شکل میں جنت جائیں گے۔

[إسماعيل حقي، روح البیان، ۵/۲۲۶]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 30 مئی 2023ھ

حضور علیہ السلام کا ایک صاحب کو پانچ میں سے تین نمازیں معاف کر دینا

سوال: مفتی صاحب کیا کوئی اس طرح کی حدیث پاک ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شرط پر کلمہ پڑھوں گا کہ میں تین نمازیں پڑھوں گا؟ (سائل: امان اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جی مسند امام احمد بن حنبل میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک صاحب نے حضور علیہ السلام سے صرف دو نمازیں پڑھنے پر ایمان لانے کا عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے قبول فرمالیا، اس حدیث میں حضور علیہ السلام کے اختیارات کا ثبوت ہے کہ نماز جو کہ دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے، آپ علیہ السلام نے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے، ان صاحب کے لیے، اس فرض حکم کو بدل دیا۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے: حدثنا وكيع، حدثنا شعبة، عن قتادة، عن نصر بن عاصم الليثی، عن رجل منهم، أنه أتى النبی صلى الله عليه وسلم فأسلم على أن يصلی صلاتين فقبل منه یعنی ایک شخص حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر ایمان لایا، تو آپ علیہ السلام نے اسے قبول کیا۔

[أحمد بن حنبل، مسند أحمد مخرجا، حدیث نمبر 23079، ۳۸/۱۷۳]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 30 مئی 2023ھ

کتا اگر ٹب وغیرہ کسی برتن سے پانی پی جائے تو ٹب میں موجود پانی و کپڑوں کا حکم

سوال: ٹب وغیرہ میں پانی اور کپڑے تھے، کتے نے پانی پی لیا، اب پانی، ٹب اور کپڑوں کے متعلق شرعا کیا حکم ہے؟ (سائل: حافظ عبد الماجد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کتے کا جھوٹا ناپاک ہے، ٹب اور ٹب میں موجود کپڑے اس نجس پانی سے ناپاک ہو جائیں گے، لہذا انہیں پاک کرنا پڑے گا۔ ٹب اگر ایسا ہے جس میں نجاست جذب نہیں ہوتی جیسے چینی یا کسی دوسری دھات کا چکنا برتن تو اسکو تین مرتبہ دھو لیا جائے ٹب پاک ہو جائے گا ورنہ دھونے کے ساتھ ہر مرتبہ سکھا کر پاک ہو گا۔ کپڑے تین مرتبہ دھوئیں، اور ہر مرتبہ بقوت نچوڑیں یا پھر جاری پانی میں اتنی دیر رکھیں کہ نجاست زائل ہونے کا گمان غالب ہو جائے۔
قدوری شریف میں ہے: وسؤر الکلب والخنزیر وسباع البھائم نجس یعنی کتے خنزیر اور چیر پھاڑ کرنے والے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے [مختصر القدوری، کتاب الطھارت، صفحۃ ۱۴]

بہار شریعت میں ہے: کُتّے نے برتن میں مونھ ڈالا تو اگر وہ چینی یا دھات کا ہے یا مٹی کا روغنی یا استعمالی چکنا تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا ورنہ ہر بار سکھا کر۔ ہاں چینی میں بال ہو یا اور برتن میں درار ہو تو تین بار سکھا کر پاک ہو گا فقط دھونے سے پاک نہ ہو گا۔ (بہار شریعت، پانی کا بیان، ج 1، حصہ 2)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کتبہ
ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی
21 شعبان المعظم 1444ھ 14 مارچ 2023ء

کیا شرعی معذور قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

سوال: مفتی صاحب کیا شرعی معذور قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟ (سائل: الیاس بخاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

شرعی معذور جب وضو کر لے تو نماز کے اس وقت کے دوران، اس عذر کی وجہ سے اسکا وضو نہیں ٹوٹتا، جب وہ شرعا باوضو ہے تو جیسے وہ عذر جاری ہونے کے باوجود نمازیں پڑھ سکتا ہے ایسے ہی وہ قرآن پاک کو بھی ہاتھ میں لے سکتا ہے، ہاں جب نماز کا وقت ختم ہو گا یا عذر کے علاوہ کوئی اور ناقض وضو چیز پائی جائے گی تو اسکا وضو ٹوٹ جائے گا، پھر سے وضو کرے گا۔

بدائع الصنائع میں ہے: وإنما تبقى طهارة صاحب العذر في الوقت إذا لم يحدث حدثا آخر أما إذا أحدث حدثا آخر، فلا تبقى.... والطهارة متى وقعت لعذر لا يضرها السيلان ما بقي الوقت یعنی معذور کی طہارت وقت کے اندر اندر باقی رہے گی جب تک کوئی اور حدث نہ لاحق ہو، جب کوئی اور حدث لاحق ہو گا تو طہارت باقی نہ رہے گی... شرعی معذور کی طہارت جب کسی عذر کی وجہ سے واقع ہو تو جب تک وقت باقی ہے اس عذر کا جاری ہونا معذور کی طہارت کو نقصان نہ پہنچائے گا [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الطہارۃ، فصل فی بیان ماینقض الوضوء، ۲۸/۱]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

نماز کے دوران سانپ یا بچھو صف میں آجائے تو نماز توڑنے کا حکم

سوال: اگر دوران نماز، جماعت میں کوئی بچھو یا سانپ صفوں میں آجائے تو کیا نماز توڑ سکتے ہیں؟ (سائل: گل حمید)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اگر سانپ یا بچھو دوران جماعت صف میں آجائے جس سے ایذا کا خوف ہو تو انہیں مار سکتے ہیں، اور اگر ایذا پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مارنا مکروہ ہے، بہر حال اس عمل کے لیے اگر نمازی ایک دو قدم چلا یا ایک دو ضرب لگائی تو نماز نہ ٹوٹے گی، اس سے زیادہ یعنی تین قدم چلنے یا تین ضرب لگانے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں محیط کے حوالے سے ہے: وإنما يباح قتل الحية أو العقرب في الصلاة إذا مر بين يديه وخاف أن يؤذيه فأما إذا كان لا يخاف الأذى فيكره یعنی نماز میں سانپ یا بچھو جب سامنے سے گزرے اور ایذا دینے کا خوف ہو تو اُن کو مارنا جائز ہے، اور جب ایذا کا خوف نہ ہو تو مکروہ ہے۔

[الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ۱/۱۰۳]

المحیط البرہانی میں ہے: إن احتاج في القتل إلى المشي وإلى الضربات تفسد صلاته۔۔ وإن لم يحتج إلى للمشي والضربات الكثيرة بل وطئها برجله أو وضع نعله عليها وغمزها أو ضربها بحجرة ضربة واحدة لا تفسد یعنی اگر سانپ وغیرہ کو مارنے میں چلنے اور زیادہ ضربوں کی حاجت ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔۔ اور اگر چلنے یا زیادہ ضربوں کی حاجت نہ ہو بلکہ قدم سے روندا یا اُس پر جوتا رکھا اور دبایا یا پتھر سے ایک مرتبہ مارا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔[المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، کتاب الصلا، الباب السادس عشر، ۱/۳۹۴]

بہار شریعت میں ہے: سانپ بچھو مارنے سے نماز نہیں جاتی جب کہ نہ تین قدم چلنا پڑے نہ تین ضرب کی حاجت ہو، ورنہ جاتی رہے گی، مگر مارنے کی اجازت ہے اگرچہ نماز فاسد ہو جائے۔ سانپ بچھو کو نماز میں مارنا اس وقت مباح ہے، کہ سامنے سے گزرے اور ایذا دینے کا خوف ہو اور اگر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

02 ذیقعدۃالحرام 1444ھ 23 مئی 2023ء

نماز کے دوران زکام کے سبب ناک صاف کرنا

سوال: مفتی صاحب نماز میں زکام کے سبب ناک بہہ رہی ہو تو صاف کر سکتے ہیں یا نماز دوبارہ پڑھنی پڑھے گی؟ (سائل: روبین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ایسی صورت میں عمل قلیل سے ناک پونچھ لینا بہتر ہے بلکہ مسجد میں ہوں تو پونچھنا لازمی ہے، نماز توڑ کر دوبارہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ظهر من أنفه ذنين في الصلاة فمسحه أولى من أن يقطر منه على الأرض. كذا في القنية یعنی نماز میں ناک بہنے لگے تو اُسے پونچھ لینا زمین پر گرنے دینے سے بہتر ہے، ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ [مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، 1/105]

بہار شریعت میں ہے: یوہیں حاجت کے وقت پیشانی سے پسینہ پوچھنا، بلکہ ہر وہ عمل قلیل کہ مصلّی کے لیے مفید ہو جائز ہے اور جو مفید نہ ہو، مکروہ ہے۔ نماز میں ناک سے پانی بہا اس کو پونچھ لینا، زمین پر گرنے سے بہتر ہے اور اگر مسجد میں ہے تو ضرور ہے۔ (بہار شریعت، نماز کا بیان، جلد 1، حصہ 3)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 رمضان المبارک 1444ء 29 مارچ 2023ھ

نماز میں دوران قراءت ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف چلے جانا

سوال: نماز میں قراءت کرتے ہوئے، سورۃ عصر پڑھی الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت کے بعد سورہ والتین سے فلھم اجر غیر ممنون پڑھ لیا، آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا نماز ہو جائے گی؟ (سائل: طاہر عزیز قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مذکورہ صورت میں نماز ہو جائے گی، سجدہ سہو کی بھی حاجت نہیں کیونکہ دو مختلف مقامات کو ملا کر پڑھنے میں معنی فاسد نہ ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: لو ذکر آیۃ مکان آیۃ إن وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآیۃ أخری أو ببعض آیۃ لا تفسد... أما إذا لم یقف ووصل۔إن لم یغیر المعنی.... لا تفسد. أما إذا غیر المعنی.... تفسد عند عامۃ علمائنا وھو الصحیح ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھا، اگر مکمل وقف کر چکا پھر دوسری آیت مکمل یا بعض پڑھی تو نماز فاسد نہ ہوئی.... اور جب وقف نہ کیا، ملا کر پڑھا تو اگر معنی تبدیل نہ ہوا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد نہیں ہو گی... جبکہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں ہمارے تمام علماء کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی اور یہی صحیح ہے۔

[الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ، الفصل الخامس فی زلة القاری، ۸۱/۱]

بہار شریعت میں ہے: ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھا، اگر پورا وقف کر چکا ہے تو نماز فاسد نہ ہوئی جیسے { وَ الْعَصْرِۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ } پر وقف کر کے { اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ } پڑھا، یا { اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ } پر وقف کیا، پھر پڑھا { اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ } نماز ہو گئی اور اگر وقف نہ کیا تو معنی متغیر ہونے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے یہی مثال ورنہ نہیں جیسے { اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ } کی جگہ فَلَهُمْ جَزَآءَنِ الْحُسْنٰی پڑھا، نماز ہو گئی۔ (بہار شریعت، جلد 1، قراءت کا بیان)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

02 ذیقعدۃ الحرام 1444ھ 23 مئی 2023ء

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY -FIQH ACADEMY

قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

سورہ فیل میں ارسل کی بجائے ارسلنا پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال: مفتی صاحب امام نے بھول سے سورہ فیل میں "وأرسل" کی بجائے "وأرسلنا "پڑھ دیا، کیا نماز ہو جائیگی؟ (سائل: ناصر آئی ٹی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

سورہ فیل میں أرسل کے ساتھ نا کا اضافہ کر کے أرسلنا پڑھنے سے نماز ہو جائے گی کیونکہ یہاں معنی فاسد نہیں ہو رہے۔ در مختار میں ہے: ولوزاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفا، أو قدمه أو بدله بآخر.....لم تفسد مالم يتغير المعنى یعنی اگر نمازی نے کسی کلمہ کا اضافہ کیا یا کمی کی یا کسی حرف میں کمی کی یا اسے مقدم کیا یا اسے کسی دوسرے حرف سے بدل دیا تو جب تک معنی فاسد نہ ہو نماز فاسد نہ ہو گی۔

[الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ۱/۶۳۳]

بہار شریعت میں ہے: کوئی کلمہ زیادہ کر دیا، تو وہ کلمہ قرآن میں ہے یا نہیں اور بہر صورت معنی کا فساد ہوتا ہے یا نہیں، اگر معنی فاسد ہو جائیں گے، نماز جاتی رہے گی۔۔۔اور اگر معنی متغیر نہ ہوں، تو فاسد نہ ہو گی اگرچہ قرآن میں اس کا مثل نہ ہو۔ (بہار شریعت، قراءت میں غلطی ہونے کا بیان، ج1، حصہ 3، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

21 شعبان المعظم 1444ھ 14 مارچ 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

دوران نماز فاتحہ میں الحمد للہ رب العلمین کے بعد بھولے سے والصلوۃ والسلام پڑھنا

سوال: نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کی، الحمد للہ رب العالمین کے بعد بھولے سے والصلوۃ والسلام پڑھ لیا، یاد آنے پر پھر سورہ فاتحہ پڑھی اور باقی نماز مکمل کی، سجدہ سہو بھی کیا، کیا نماز ہو گئی؟ (سائل: حمزہ رضا صدیقی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں نماز ہو جائے گی، کیونکہ زائد کلمات کے سبب معنی فاسد نہیں ہو رہے، اور سجدہ سہو کی بھی حاجت نہیں کیونکہ یہاں سورۃ فاتحہ کے اکثر حصے کی تکرار نہیں۔

در مختار میں ہے: ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفا، أو قدمه أو بدله بآخر..... لم تفسد مالم يتغير المعنى یعنی اگر نمازی نے کسی کلمہ کا اضافہ کیا یا کمی کی یا کسی حرف میں کمی کی یا اسے مقدم کیا یا اسے کسی دوسرے حرف سے بدل دیا تو جب تک معنی فاسد نہ ہو نماز فاسد نہ ہو گی۔

[الدر المختار وحاشية ابن عابدين، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، ۱/۶۳۳]

جد الممتار میں فاتحہ کے متعلق ہے: ان تکرار البعض لایوجب السھو ولا الاعادۃ یعنی بعض فاتحہ کا تکرار سجدہ سہو اور نماز کے اعادہ کو واجب نہیں کرتا۔ (جد الممتار، کتاب الصلاۃ، فصل فی القراءۃ، ج3، ص237)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

03 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 24 مئی 2023ھ

مغرب کی پہلی رکعت میں امام صاحب کا نصف فاتحہ آہستہ پڑھنا

سوال: امام نے مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنی تھی لیکن وہ بھول گیا، آدھی فاتحہ کے بعد یاد آیا پھر اس نے وہیں سے آگے بلند آواز سے قراءت کی، اب کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہے؟ (سائل: محمد بلال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں امام صاحب پر بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے ان رکعتوں میں ایک آیت بھی آہستہ پڑھی تو واجب کا ترک ہو گا، لہذا صورت مسؤلہ میں امام صاحب پر سجدہ سہو لازم ہے۔

در مختار مع ردالمختار میں ہے: (ویجھر الإمام) وجوبا... (فی الفجر وأولی العشاءین أداء وقضاء یعنی امام وجوبی طور پر فجر، مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں اداء ہوں یا قضاء میں بلند آواز سے قراءت کرے گا۔

[الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین، کتاب الصلاۃ، فصل فی القراءۃ، ۱/۵۳۳]

فتاوی ہندیہ میں ہے: لو جھر فیما یخافت أو خافت فیما یجھر وجب علیہ سجود السھو واختلفوا فی مقدار ما یجب بہ السھو منھما قیل: یعتبر فی الفصلین بقدر ما تجوز بہ الصلاۃ وھو الأصح یعنی اگر سری نماز میں جہر کیا یا جہری میں سر کیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے، دونوں صورتوں میں جتنی مقدار سے سجدہ سہو واجب ہوتا اس میں اختلاف ہے، کہا گیا ہے جتنی قراءت سے نماز ہو جاتی ہے (یعنی ایک آیت) اسکا اعتبار ہے، اور یہی صحیح ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 شوال المکرم 1444ء 28 اپریل 2023ھ

نماز میں دوران قراءت بے موقع "مد" کرنا یا ترک کرنا

سوال: مفتی صاحب اگر کوئی آدمی نماز میں دوران قراءت کہیں پر مد نہیں کرتا یا بے محل مد کرتا ہے، مثلاً نودی کو بغیر مد کے یا نعبد کے دال کو لمبا کر کے نعبدو پڑھے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ (سائل: محمد عاصم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

نماز یا بیرون نماز، قرآن پاک کی قراءت تجوید کے مطابق ہی کرنی چاہیے، البتہ جہاں مد کرنی ہو وہاں مد نہ کرنے یا اسکا الٹ کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: وأما ترك المد إن كان لا يغير المعنى بأن قرأ أولئك بلا مد وإنا أعطيناك بدون المد لا تفسد وإن كان يغير بأن قرأ سواء عليهم بترك المد وكذا في قوله دعاء ونداء المختار أنها لا تفسد يعنی مد کو ترک کرنا اگر معنی نہ بدلے جیسے أولئك اور وإنا أعطيناك بغیر مد کے پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر معنی بدل دے جیسے سواء عليهم اور دعاء ونداء بغیر مد کے پڑھنا، مختار قول کے مطابق اس صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ [الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاری]

بہار شریعت میں ہے: مد، غنہ، اظہار، اخفاء، امالہ بے موقع پڑھا، یا جہاں پڑھنا ہے نہ پڑھا، تو نماز ہو جائے گی۔ (بہار شریعت، قراءت میں غلطی ہونے کا بیان، ج 1، حصہ 3، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

05 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 26 مئی 2023ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY -FIQH ACADEMY

قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

امام کا عشاء کی آخری دو رکعتوں میں بلند آواز سے قراءت کرنا

سوال: مفتی صاحب، امام صاحب نے عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعت میں قراءت آہستہ کی ہے اور آخری دو رکعت میں بلند آواز سے کی ہے اب کیا حکم ہے؟ حوالہ کے ساتھ وضاحت فرمائیں۔ (سائل: علامہ احمد فیضی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں امام صاحب پر بلند آواز سے اور آخری دو رکعتوں میں آہستہ قراءت کرنا واجب ہے، صورت مسؤلہ میں اگر امام صاحب سے بھولے میں ایسا ہوا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی ورنہ نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ در مختار مع رد المحتار میں ہے: (ويجهر الإمام) وجوبا... (في الفجر وأولى العشاءين أداء وقضاء وجمعة وعيدين وتراويح ووتر بعدها.. ويسر في غيرها) وهو الثالثة من المغرب والأخريان من العشاء، وكذا جميع ركعات الظهر والعصر یعنی امام وجوبی طور پر فجر، مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں اداء ہوں یا قضاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور اسکے بعد وتر میں بلند آواز سے قراءت کرے گا... اور اسکے علاوہ میں آہستہ پڑھے گا... اور وہ مغرب کی تیسری، عشاء کی آخری دونوں اور ظہر وعصر کی تمام رکعات ہیں۔

[الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، ۱/۵۳۳]

فتاوی ہندیہ میں ہے: لو جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر وجب عليه سجود السهو یعنی اگر سری نماز میں جہر کیا یا جہری میں سر کیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ [الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو]

بحر الرائق و عالمگیری میں ہے: لا يجب السجود في العمد وإنما تجب الإعادة إذا ترك واجبا عمدا جبرا لنقصانه یعنی عمداً (ترک واجب سے) سجدہ سہو واجب نہیں بلکہ اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

[البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ۲/۹۸]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 شعبان المعظم 1444ھ 22 مارچ 2023ء

دعائے قنوت میں نحفد کی جگہ نخفد پڑھنا

سوال: مفتی صاحب کیا دعائے قنوت میں نحفد کی جگہ نخفد پڑھنے سے نماز ہو جائے گی؟ (سائل: تیمور احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں نماز ہو جائے گی کیونکہ عربی لغت میں ان دونوں لفظوں کا تقریبا ایک ہی معنی ہے، لہذا معنی فاسد نہ ہونے کے سبب نماز ہو جائے گی۔

در مختار میں ہے: ولوزاد کلمۃ أو نقص کلمۃ أو نقص حرفا، أو قدمہ أو بدلہ بآخر..... لم تفسد مالم یتغیر المعنی یعنی اگر نمازی نے کسی کلمہ کا اضافہ کیا یا کمی کی یا کسی حرف میں کمی کی یا اسے مقدم کیا یا اسے کسی دوسرے حرف سے بدل دیا تو جب تک معنی فاسد نہ ہو نماز فاسد نہ ہو گی۔

[الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، ۱/۶۳۳]

لسان العرب میں حفد کے متعلق ہے: حفد یحفد حفدا وحفدانا واحتفد: خف فی العمل وأسرع..... وروی عن عمر أنہ قرأ فی قنوت الفجر: وإلیك نسعی ونحفد أی نسرع فی العمل والخدمۃ...... والحفد: السرعۃ. یعنی حفد یحفد حفدا وحفدانا واحتفد کا معنی ہے دل سے عمل قبول کرنا اور تعمیل کرنے میں جلدی کرنا۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فجر کی قنوت میں پڑھا والیک نسعی ونحفد یعنی ہم عمل وخدمت میں تیری طرف جلدی کرتے ہیں۔۔۔ حفد سرعت یعنی جلدی کرنے کو کہتے ہیں۔

[لسان العرب، فصل الحاء المھملہ، 3/153]

اور خفد کے متعلق ہے: خفد خفدا وخفد یخفد خفدا وخفدانا: کلاھما أسرع فی مشیہ یعنی خفد خفدا وخفد یخفد خفدا وخفدانا دونوں چلنے میں جلدی کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔ [لسان العرب، فصل الخاء المعجمۃ]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 رمضان المبارک 1444ء 29 مارچ 2023ھ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY
قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی آن لائن

رکوع، سجود میں فاتحہ یا کوئی اور آیت پڑھنا

سوال: مفتی صاحب اگر کوئی شخص رکوع یا سجود میں بھول کر سورہ فاتحہ پڑھے پھر یاد آنے پر تسبیح پڑھے تو کیا اسکی نماز ہو جائے گی؟ (سائل: ارشاد احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

رکوع یا سجود میں بھولے سے کسی آیت کی قراءت کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، لہذا مذکورہ صورت میں نمازی آخر میں سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی۔

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے: ولو قرأ آية في الركوع أو السجود أو القومة فعليه السهو یعنی اگر رکوع سجدہ یا قومہ میں کوئی آیت پڑھی تو پڑھنے والے پر سجدہ سہو لازم ہے۔

[حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو]

بہار شریعت میں فتاوی ہندیہ کے حوالے سے ہے: رکوع و سجود و قعدہ میں قرآن پڑھا تو سجدہ واجب ہے۔ (بہار شریعت، سجدہ، سہو کا بیان، ج 1، حصہ 4، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

05 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 26 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

بھولے سے رکوع میں ثناء پڑھنا

سوال: مفتی صاحب اگر کسی نے بھولے سے رکوع میں ثناء پڑھ لی تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(سائل: محمد عظمت رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں کیونکہ نماز میں رکوع و سجدہ دونوں، ثناء کا محل ہیں، جب رکوع، ثناء کا محل ہے تو اس مقام پر ثناء پڑھنے سے نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو وغیرہ بھی لازم نہ ہو گا۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے: ولو تشھد فی قیامہ أو رکوعہ أو سجودہ فلا سھو علیہ؛ لأنہ ثناء وھذہ المواضع محل الثناء یعنی اگر کسی نے قیام، رکوع یا سجود میں تشہد پڑھا، تو سجدۂ سہو واجب نہ ہو گا کیونکہ تشہد ثنا ہے اور یہ مقامات محلِ ثنا ہیں۔

[الزیلعی، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ۱/۱۹۳]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

18 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 08 جون 2023ھ

دوران نماز بحالت قیام تشہد پڑھنا

سوال: مفتی صاحب اگر کسی نے بھولے سے قیام میں تشہد (التحیات) پڑھ لی تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(سائل: محمد عظمت رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں اگر قراءت شروع کرنے سے قبل تشہد پڑھا تو نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں کیونکہ نماز کی تمام رکعات میں فاتحہ سے قبل قیام، ثناء کا محل ہے اگرچہ ہر رکعت کے ابتداء میں ثناء پڑھنا خلاف اولی ہے۔ اور تشہد بھی کلمات ثناء پر مشتمل ہے، لہذا اس مقام پر تشہد پڑھنے سے نماز میں کوئی حرج نہ واقع ہوئی، البتہ قراءت شروع کرنے کے بعد بھولے سے ثناء یا تشہد پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ولو قرأ التشهد فی القيام إن كان فی الركعة الأولى لا يلزمه شیء وإن كان فی الركعة الثانية اختلف المشايخ فيه، والصحيح أنه لا يجب، كذا فی الظهيرية. ولو تشهد فی قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الأصح؛ لأن بعد الفاتحة محل قراءة السورة فإذا تشهد فيه فقد أخر الواجب وقبلها محل الثناء، كذا فی التبيين ولو تشهد فی الأخريين لا يلزمه السهو، كذا فی محيط السرخسی. یعنی اگر کسی نے قیام میں تشہد پڑھ لیا، تو اگر اس نے پہلی رکعت میں پڑھا، تو کوئی چیز لازم نہ ہوگی اور دوسری رکعت میں پڑھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا، ایسا ہی ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی نے قیام میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے پہلے تشہد پڑھ لیا، تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر فاتحہ کے بعد پڑھا، تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور یہ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ فاتحہ کے بعد محلِ قراءت ہے، جب اس نے تشہد پڑھا، تو واجب کو موخر کر دیا اور سورۂ فاتحہ سے پہلے محلِ ثنا ہے، ایسے ہی تبیین میں ہے، اور اگر آخری دو رکعتوں مین تشہد پڑھا تو سجدہ سہو لازم نہیں۔

[الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، ۱/۱۲۷]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

19 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 09 جون 2023ھ

مسبوق سجدہ تلاوت کب ادا کرے؟

سوال: مفتی صاحب امام صاحب نے تراویح میں سجدہ تلاوت کیا مقتدی اسکے بعد شامل ہوا تو کیا امام والا سجدہ کافی ہے یا الگ سے کرنا پڑے گا اور کب کرے گا؟ (سائل: محمد امین رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مذکورہ صورت میں اگر مقتدی امام کے سجدہ کرنے سے پہلے نماز میں شامل ہو گیا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ کرے گا، اور اگر امام کے سجدہ کے بعد اُسی رکعت میں شامل ہوا تو سجدہ کی حاجت نہیں، جبکہ اگلی رکعت میں شامل ہو تو نماز کے بعد سجدہ کر لے، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: سمع من إمام فدخل معه قبل أن يسجد سجد معه وإن دخل في صلاة الإمام بعد ما سجدها الإمام لا يسجدها وهذا إذا أدركه في آخر تلك الركعة أما لو أدركه في الركعة الأخرى يسجدها بعد الفراغ، كذا في الكافي، وهكذا في النهاية یعنی امام سے کسی نے آیت سجدہ سنی اور سجدہ کرنے سے پہلے امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا تو امام کے ساتھ سجدہ کرے، اور اگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد امام کے ساتھ شامل ہوا تو اب سجدہ نہ کرے، اور یہ سجدہ نہ کرنا تب ہے جب اسی رکعت میں امام کے ساتھ ملے، البتہ جب دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے۔

[الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ۱/۱۳۳]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

14 رمضان المبارک 1444ء 05 اپریل 2023ھ

مفتی حسن رضا قادری صاحب
فقہی مسائل گروپ
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY
قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

جسکی وتر کی کچھ رکعتیں رہ جائیں وہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے گا یا آخر میں؟

سوال: مفتی صاحب جو شخص وتر کی جماعت میں ایک دو رکعت کے بعد شامل ہوا، کیا وہ امام صاحب کے ساتھ دعائے قنوت پڑھے گا یا خاموش کھڑا رہے گا، اور اپنی آخری رکعت میں پڑھے گا؟

(سائل: منیر احمد قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھتے ہوئے جسکی ایک یا دو رکعتیں رہ جائیں وہ امام کے ساتھ ہی دعائے قنوت پڑھے گا نہ کے بعد میں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: المسبوق يقنت مع الإمام ولا يقنت بعده كذا في المنية فإذا قنت مع الإمام لا يقنت ثانيا فيما يقضي كذا في محيط السرخسي في قولهم جميعا. یعنی تمام فقہائے کرام کے قول کے مطابق، مسبوق امام کے ساتھ ہی قنوت پڑھے گا نہ کہ بعد میں، پھر جب امام صاحب کے ساتھ پڑھ لے گا تو بعد میں بقیہ نماز پڑھتے ہوئے قنوت نہیں پڑھے گا ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔

[مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثامن في الوتر، ۱/۱۱۱]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 رمضان المبارک 1444ھ 29 مارچ 2023ء

امام صاحب کا قعدہ اخیرہ میں دُعا کے بعد مقتدیوں کے انتظار میں خاموش بیٹھنا

سوال: مفتی صاحب اگر امام قعدہ اخیرہ میں دُعا پڑھنے کے بعد دُعا کی مقدار مقتدیوں کے انتظار میں خاموش بیٹھا رہے، پھر سلام پھیرے تو نماز ہو جائے گی یا سجدہ سہو کرنا پڑے گا؟ (سائل: حافظ حفیظ اللہ برکاتی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

امام صاحب کا یوں جان بوجھ کر مقتدیوں کے انتظار میں خاموش بیٹھنا جائز نہیں، اگر تین بار سبحن اللہ کی مقدار خاموش بیٹھا رہا تو نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہے، چنانچہ المبسوط للسرخسی میں ہے: (وإذا قعد المصلی فی آخر صلاته قدر التشهد ثم شك فی شیء من صلاته حتى شغله ذلك عن التسليم ثم ذكر أنه فی الصلاة فسلم فعليه سجود السهو) لتأخيره السلام یعنی نمازی اگر قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھ گیا پھر اس نماز میں شک ہوا یہاں تک کہ سلام پھیرنے سے قبل اس تفکر میں رہا پھر اسے یاد آیا کہ وہ نماز میں ہے اور اس نے سلام پھیر دیا تو سلام میں تاخیر کے سبب اس پر سجدہ سہو ہے۔ (المبسوط، کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السھو)

بحر الرائق و عالمگیری میں ہے: لا يجب السجود فی العمد وإنما تجب الإعادة إذا ترك واجبا عمدا جبرا لنقصانه یعنی عمداً (ترک واجب سے) سجدہ سہو واجب نہیں بلکہ اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ [البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ۲/۹۸]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

03 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 24 مئی 2023ھ

مقررہ امام یا پھر عالم حافظ امامت کا زیادہ حقدار کون؟

سوال: مفتی صاحب مسجد کے مقررہ امام صاحب حافظ نہیں، جبکہ ایک حافظ قرآن جنکو منزل بھی آتی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کی موجودگی میں امام صاحب کو نماز نہیں پڑھانی چاہیے، زیادہ حق حافظ صاحب کو ہے، شرعا کیا حکم ہے؟ (سائل: عبد الحنان رضوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

امام محلہ جسکو اہل علاقہ نے امام مقرر کیا وہ اگر امامت کا اہل ہے تو نماز پڑھانے کا زیادہ حق وہی رکھتا ہے نہ کہ حافظ صاحب، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: "دخل المسجد من هو أولى بالإمامة من إمام المحلة فإمام المحلة أولى. كذا في القنية یعنی مسجد میں ایسا شخص آیا جو امامت کے معاملے میں امامِ محلہ سے بہتر ہے تو بھی امامِ محلہ ہی امامت کا حقدار ہے، ایسا ہی قنیہ میں ہے۔

(مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، 1/83)

بہار شریعت میں ہے: امام معین ہی اِمامت کا حق دار ہے، اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔ یعنی جب کہ وہ امام جامع شرائط امام ہو، ورنہ وہ اِمامت کا اہل ہی نہیں۔ (امامت کا بیان)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 رمضان المبارک 1444ھ 31 مارچ 2023ء

اقامت اور جماعت کے درمیان تاخیر سے اقامت کا اعادہ

سوال: مفتی صاحب اقامت اور جماعت کے درمیان کتنا وقفہ ہو، اگر زیادہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ (وقاص نذیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اقامت سے لوگوں کو یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے، لہذا اقامت کے فورا بعد جماعت قائم کرنی چاہیے البتہ اگر کسی وجہ سے کچھ تاخیر ہو جائے تو دوبارہ اقامت کہنے کی اجازت نہیں، ہاں زیادہ تاخیر ہوئی تو اقامت دوبارہ کہیں گے۔

در مختار میں ہے: وینبغی إن طال الفصل أو وجد ما یعد قاطعا کأکل أن تعاد یعنی اگر فاصلہ طویل ہو جائے یا کوئی ایسا فعل پایا جائے جو قاطع ہو (یعنی اجنبی ہو) جیسے کھانا کھانا تو اقامت کو دُہرانا مناسب ہے۔

اسکے تحت علامہ شامی علیہ الرحمۃ شرح منیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: أقام المؤذن ولم یصل الإمام رکعتی الفجر یصلیهما ولا تعاد الإقامة؛ لأن تکرارها غیر مشروع إذا لم یقطعها قاطع من کلام کثیر أو عمل کثیر مما یقطع المجلس فی سجدة التلاوة مؤذن نے اقامت کہی حالانکہ امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھیں تھیں، اب اس نے سنتیں پڑھیں تو اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے کہ اقامت کا تکرار مشروع نہیں، اور یہ تکرار تب درست نہیں جب طویل گفتگو یا ایسا طویل عمل حائل نہ ہو جس سے سجدۂ تلاوت کیلئے مجلس بدل جاتی ہے۔

[الدر المختار وحاشیة ابن عابدین، کتاب الصلاة، باب الأذان، فائدة التسلیم بعد الأذان]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 30 مئی 2023ھ

فقہی مسائل گروپ
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

پہلی یا تیسری رکعت کے بعد بھولے سے بیٹھنے پر سجدہ سہو اور لقمہ دینے کا حکم

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ امام صاحب نے تیسری رکعت کے بعد کھڑا ہونا تھا لیکن وہ بیٹھ گئے، پھر مقتدی نے لقمہ دیا تو وہ کھڑے ہوئے، اس صورت میں سجدہ سہو اور لقمہ کا کیا حکم ہے؟ (سائل: انیس حیدر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) مذکورہ صورت میں اگر امام صاحب تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہیں بیٹھے تھے کہ لقمہ ملنے پر کھڑے ہو گئے تو سجدہ سہو لازم نہیں اور مقتدی کا لقمہ دینا، امام صاحب کا لینا بھی درست ہے۔

(2) اور اگر امام صاحب تین تسبیحات کی مقدار بیٹھ چکے تھے، تو امام صاحب پر سجدہ سہو لازم ہو چکا تھا، اور اب لقمہ بھی نہیں دے سکتے، دیں گے تو دینے والے اور لینے کی صورت میں امام و مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر امام صاحب کو یاد نہ آئے اور سلام پھیر کر نماز ختم کرنے لگیں تو اب مقتدی لقمہ دے دے۔

فتاوی شامی میں ہے: وکذا القعدۃ فی آخر الرکعۃ الأولی أو الثالثۃ فیجب ترکھا، ویلزم من فعلھا أیضا تأخیر القیام إلی الثانیۃ أو الرابعۃ عن محلہ، وھذا إذا کانت القعدۃ طویلۃ یعنی ایسے ہی پہلی یا تیسری رکعت کے آخر بیٹھنے کا ترک بھی واجبات نماز سے ہے، پس اس قعدے کو ترک کرنا واجب ہے، اور اس بیٹھنے سے دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کی اپنے محل سے تاخیر بھی لازم آتی ہے، اور یہ تاخیر تب ہے جب قعدہ طویل ہو۔ [الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین، کتاب الصلاۃ، واجبات الصلاۃ، ۱/۴۶۹]

کتاب احکامِ لقمہ میں پہلی اور تیسری رکعت کے بعد بھولے سے بیٹھنے کی صورت کے متعلق ہے: امام کو بیٹھے اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار نہیں ہوئی تو اسے لقمہ دے سکتے ہیں.... اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھ چکا تو اب اس پر سجدہ سہو واجب ہو جائے گا، اب لقمہ نہیں دے سکتے کیونکہ جب سجدہ سہو واجب ہو گیا تو اب لقمہ دینے کا محل نہ رہا۔ (احکامِ لقمہ، 52-53، مکتبہ بہار شریعت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

14 شوال المکرم 1444ھ 05 مئی 2023ء

کیا مدرسے میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے؟

سوال: کیا مدرسے میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے، جبکہ وہاں قریب میں کوئی مسجد نہیں؟ (سائل: علی حسن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جمعہ کے لیے مسجد یا جامع مسجد ہونا شرط نہیں، اگر جمعہ کی شرائط پائی جائیں تو مدرسہ، یا کسی میدان وغیرہ میں بھی جمعہ قائم ہو سکتا ہے، البتہ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے، لہذا حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ مدرسے میں جمعہ پڑھنے کی بجائے جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔

جمعہ کی شرائط یہ ہیں: (1) شہر یا فنائے شہر ہو (2) بادشاہ یا بادشاہ کا نائب جمعہ قائم کرے (3) وقت ظہر (4) خطبہ (5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین مرد ہوں (6) اذن عام۔

فتاوی رضویہ میں ہے: جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دے دیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہو گا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 460، رضا فاؤنڈیشن) ایک اور مقام پر ہے: جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج8، ص 442، رضا فاؤنڈیشن)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 شعبان المعظم 1444ء 22 مارچ 2023ھ

عید کی نماز میں مقتدی کی تکبیریں رہ جائیں تو کیا کرے؟

سوال: مفتی صاحب اگر عید کی نماز میں ہم اُس وقت شامل ہوں جب امام صاحب تکبیریں کہہ چکے ہوں تو کیا کرنا چاہیے؟ (سائل: سہیل شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

اگر مقتدی نماز عید کی پہلی رکعت میں امام صاحب کی تکبیروں کے بعد اور رکوع سے پہلے نماز میں شامل ہوا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ وہ نماز شروع کرنے کے بعد پہلے اپنی رہ جانے والی زائد تکبیرات کہے، اگرچہ امام نے قراءت شروع کر دی ہو، اور پھر تکبیرات کے بعد خاموشی سے امام کی قراءت سنے۔

اور اگر مقتدی رکوع میں جانے کے بعد شامل ہوا تو شرعی حکم یہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہ قیام کی حالت میں زائد تکبیرات کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے گا تو قیام کی حالت میں تکبیریں کہے پھر رکوع میں شامل ہو جائے، ورنہ حالت قیام میں تکبیریں نہ کہے بلکہ رکوع میں جاکر بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیریں کہے، پھر اگر امام مقتدی کے تکبیرات عید مکمل کرنے سے پہلے رکوع سے کھڑا ہو جائے، تو اب مقتدی بھی امام کی پیروی کرتا ہوا رکوع سے کھڑا ہو جائے، جو تکبیریں رہ گئیں وہ ساقط ہو جائیں گی۔

اور رکوع کے بعد یا دوسری رکعت میں شامل ہوا تو جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے گا تب تکبیریں پڑھے، نیز دوسری رکعت کی تکبیریں اگر امام کے ساتھ مل جائیں تو ٹھیک ورنہ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو پہلی رکعت میں ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

28 رمضان المبارک 1444ھ 19 اپریل 2023ء

قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

کیا عورت گھر میں اکیلے نماز عید پڑھ سکتی ہے؟

سوال: مفتی صاحب کیا عورت پر عید کی نماز لازمی ہے، اور اکیلے گھر میں پڑھ سکتی ہے؟

(سائل: ذوالفقار بشیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں پر عید کی نماز واجب نہیں، نیز خطبہ کے علاوہ نماز عید کی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی ہیں، جن میں سے ایک جماعت کا ہونا بھی ہے، لہذا عورت گھر میں اکیلے عید نہیں پڑھ سکتی۔

بدائع الصنائع میں ہے: لا تجب علی النسوان والصبیان والمجانین والعبید بدون إذن موالیھم یعنی عورتوں، بچوں، پاگلوں اور غلاموں پر اپنے آقا کی اجازت کے بغیر عید واجب نہیں۔

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل صلاۃ العیدین، ۱/۲۷۵]

ایک اور مقام پر ہے: وجوازھا من الإمام والمصر والجماعۃ والوقت یعنی نماز عید کا جواز امام، شہر، جماعت اور وقت سے ہے۔

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، فصل صلاۃ العیدین، ۱/۲۷۵]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 رمضان المبارک 1444ء 20 اپریل 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز

آن لائن

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی

ہجڑے کی نماز جنازہ

سوال: مفتی صاحب کیا خواجہ سرا کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ (سائل: ملک منیر احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اسکی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی بلکہ دیگر مسلمانوں کی طرح اسکی نماز جنازہ پڑھنا بھی فرض کفایہ ہے۔

فتاوی رضویہ شریف میں ہے: ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے، اور نیت میں مرد عورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ مرد وعورت دونوں کی ایک ہی دعا ہے، خصوصاً یہ ہجڑے جو یہاں ہوتے ہیں مرد ہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو عورت بناتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج 9، ص 175، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

کتنے اور کون کونسے مہینوں کا چاند دیکھنا ضروری ہے؟

سوال: مفتی صاحب کتنے اور کون کونسے مہینوں کا چاند دیکھنا ضروری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے۔(1) شعبان (2)رمضان (3) شوال (4) ذیقعدہ (5) ذی الحج۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أحصوا هلال شعبان لرمضان یعنی رسول للہ صلی للہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے لیے شعبان کے چاند کو شمار کرو۔[سنن الترمذی، ابواب الصوم، حدیث 687، ۲/۶۴]

ملتقی الأبحر مع مجمع الأنھر میں ہے: (ویجب علی الناس) وجوب کفایۃ (التماس الھلال فی التاسع والعشرین من شعبان ومن رمضان) وکذا ذو القعدۃ یعنی لوگوں پر شعبان ورمضان کی انتیس تاریخ، (رمضان و شوال کے) چاند کی تلاش واجب کفایہ ہے اسی طرح ذیقعدہ کی انتیس کو بھی (ذی الحج) کے چاند کو تلاش کرنا ضروری ہے۔[مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصوم، ۱/۲۳۸]

امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: وزدت علیہ ھلال ذی القعدۃ تفقّھا یعنی میں نے اس پر بطور استخراج ذیقعدہ کے چاند کا اضافہ کیاہے(یعنی اس چاند کو تلاش کرنا بھی ضروری ہے)۔ (فتاوی رضویہ، 10/451)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

03 رمضان المبارک 1444ء 25 مارچ 2023ھ

مزدوری کے باعث روزہ چھوڑنا

سوال: مفتی صاحب اس سال گندم کی کٹائی رمضان المبارک میں آرہی ہے، اور غربت بھی کافی زیادہ ہے، کیا مزدور طبقہ روزے چھوڑ کر کٹائی کر سکتا ہے؟ (سائل: محمد عبداللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم و تندرست پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے، بغیر شرعی عذر رمضان المبارک کے روزے چھوڑنا ناجائز و حرام ہے، اور مزدوری کرنا روزہ چھوڑنے کا عذر نہیں، لہذا اگر مزدوری کے باعث روزہ رکھنے میں مشکل پیش آئے تو روزہ چھوڑنے کی بجائے کام میں کمی کر دی جائے، روزہ چھوڑنے کی اجازت ہر گز نہیں۔ در مختار میں ہے:لا یجوز أن یعمل عملا یصل به إلی الضعف فیخبز نصف النهار ویستریح الباقي یعنی روزہ دار کے لیے ایسا کام کرنا جائز نہیں جسکے سبب اسے کمزوری ہو، پس روٹی پکانے والا (مشقت کی صورت میں) آدھا دن روٹی پکائے اور باقی دن آرام کرے۔(الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین، کتاب الصوم، فروع فی الصیام، ۲/۴۲۰)

فتاوی رضویہ میں ہے: اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے اور اگر نہ ہو سکے روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضرر قوی پہنچے، تو مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

11 شعبان المعظم 1444ء 04 مارچ 2023ھ

کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: مفتی صاحب کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بحالت روزہ انگوٹھا چوسنے سے بچنا چاہیے، البتہ انگوٹھا چوسنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر انگوٹھا تر ہو یا اُس پر کوئی ایسی چیز لگی ہو جو حلق میں جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو تو اس صورت میں چوسنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا جیسے بعض لوگ انگوٹھا چوسنے کے عادی ہوتے ہیں بار بار انگھوٹھا باہر نکالتے ہیں پھر منہ میں ڈالتے ہیں، کبھی اُنکے انگوٹھے پر اچھا خاصہ تھوک لگا ہوتا ہے جو باہر سے منہ میں لیجاتے ہیں ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: وإن ابتلع بزاق نفسه من يده فسد صومه یعنی اگر کسی نے اپنے ہاتھ سے اپنا تھوک نگل لیا تو اُسکا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

[الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ۱/۲۰۳]

بہار شریعت میں ہے: دوسرے کا تھوک نگل گیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ (بہار شریعت، روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان، ج 1، حصہ 5، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

28 رمضان المبارک 1444ء 19 اپریل 2023ھ

رمضان میں پھیری والا یا مزدور، مستری پانی مانگے تو دینے کا کیا حکم ہے؟

سوال: مفتی صاحب ماہ رمضان میں پھیری والا گلی میں سے گزرے اور کہے پانی پلا دو، تو کیا حکم شرعی ہوگا، یونہی گھر میں کام کرنے والے مستری مزدور کو مانگنے پر کھانا پانی دینے کا کیا حکم ہے؟ (سائل: محمد الیاس رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مزدوری کرنے کے سبب روزہ چھوڑنا شرعاً جائز نہیں، ایسے شخص کو کھانا، پانی نہیں دے سکتے، لہذا اس سے پوچھ لیا جائے اگر شرعی مسافر ہے یا دیگر کوئی روزہ چھوڑنے کا عذر پایا جاتا ہے تو دے سکتے ہیں، لیکن وہ سرعام پانی وغیرہ نہ پیے کہ دیکھنے والے بدگمانی میں مبتلا ہوں گے، یونہی مزدوری کے سبب روزہ چھوڑنے والے مزدور، مستری کو بھی کھانا پینا دینے کی اجازت نہیں۔

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ترجمہ: اور گناہ وزیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (القرآن، المائدہ، آیت: 2)

اس آیت کے تحت امام جصاص احکام القرآن میں فرماتے ہیں: نهى عن معاونة غيرنا على معاصى الله تعالى یعنی اللہ تعالی کے نافرمانی والے افعال میں ہمیں دوسروں کی مدد سے منع کیا گیا ہے

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

11 شعبان المعظم 1444ھ 04 مارچ 2023ء

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یاحبیب اللہ
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY
قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

رمضان المبارک میں دن کے وقت چائے، بسکٹ، بوتل وغیرہ بیچنا

سوال: مفتی صاحب میرا چائے، بسکٹ، بوتل اور سگریٹ کا کام ہے،یہی ذریعہ معاش ہے،میں شادی شدہ ہوں دو بیٹیاں ہیں کرایہ کا مکان ہے اور دکان بھی کرایہ کی ہے جو کماتا ہوں وہ ہی خرچہ کرتا ہوں، پوچھنا یہ تھا کہ کیا میں رمضان شریف میں اپنی دکان کھول سکتا ہوں چائے،بوتل،بسکٹ اور سگریٹ وغیرہ دن کے وقت بیچ سکتا ہوں،دکان کے آگے پردہ وغیرہ لگا کردے سکتاہوں؟ سائل:اعجاز قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رمضان میں دن کے وقت بوتل ، بسکٹ، سگریٹ وغیرہ دیگر اشیاء بیچنے میں حرج نہیں، لیکن جنکے بارے میں معلوم ہو کہ انہوں نے بلاشرعی عذر روزہ نہیں رکھا انہیں کھانے پینے کی ایسی اشیاء نہیں دے سکتے ،یونہی اپنے پاس بٹھا کر یا پردے میں چھپا کر بوتل، چائے، بسکٹ وغیرہ پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں کہ اس میں گناہ پر مدد کرنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا : وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ترجمہ :اور گناہ وزیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔(القرآن، المائدہ، آیت:2)

اس آیت کے تحت امام جصاص احکام القرآن میں فرماتے ہیں: نھی عن معاونۃ غیرنا علی معاصی اللہ تعالی یعنی اللہ تعالی کے نافرمانی والے افعال میں ہمیں دوسروں کی مدد سے منع کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 شعبان المعظم 1444ھ 22 مارچ 2023ء

ایڈوانس جمع کرائی گئی رقم پر زکوۃ کون ادا کرے گا؟

سوال: مفتی صاحب جو رقم کرایہ دار ایڈوانس کی صورت میں مالک مکان / دکان کو جمع کراتا ہے اسکی زکوۃ کرایہ دار پر ہے یا مالک مکان پر؟ (سائل: نور الہدیٰ نور مصباحی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

1۔ کرایہ کے مکان پر ایڈوانس دی جانے والی رقم مالک مکان کے پاس بطورِ قرض ہوتی ہے جو بعد میں واپس کردی جاتی ہے، لہٰذا اگر ایڈوانس دی گئی رقم نصاب کے برابر ہو یا دیگر اموال زکوٰۃ سے مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو نصاب کا سال پورا ہونے پر حاجت اصلیہ کے علاوہ بقیہ جو بھی مالِ زکوٰۃ نصاب کے برابر یا زائد اس شخص کے پاس موجود ہے خواہ یہی ایڈوانس دی گئی رقم ہے یا دیگر اموالِ زکوٰۃ، ان سب پر زکوۃ دینا فرض ہے، ہاں ایڈوانس دی گئی رقم پر زکوۃ دینے کا مطالبہ اس وقت ہو گا جب اس شخص کو اس رقم سے کم از کم نصاب کا پانچواں حصہ (یعنی ساڑھے دس تولہ چاندی یا اس کے برابر رقم) مل جائے۔

2۔ کرایہ دار نے مالک مکان کو جو کرایہ ایڈوانس دیا اگر یہ وہ رقم ہے جو بعد میں واپس نہ کی جائے گی اور طے یہ ہوا کہ یہ رقم ماہانہ کرایہ میں شمار ہو گی تو پھر ظاہر ہے یہ رقم قرض نہیں نہ ہی کرایہ دار کی ملکیت، بلکہ مالک مکان کی ملکیت ہے لہٰذا اس کی زکوٰۃ دیگر تمام شرائط کے ساتھ مالک مکان پر ہی ہو گی، کیونکہ ایڈوانس کرایہ لینا درست ہے اور اس سے کرایہ، کرایہ دار کی ملکیت سے نکل کر مالک مکان کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ اہلسنت میں ہے: "کرایہ کے مکان پر ایڈوانس کی مد میں دی جانے والی رقم بظاہر امانت ہوتی ہے، لیکن حقیقتاً قرض کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ معروف و معہود بین الناس یہی ہے کہ مالک مکان اس رقم کو استعمال کرے گا اور مکان خالی کرنے پے ادا کرے گا اور یہی قرض کا مفہوم ہے۔ (فتاوی اہلسنت، کتاب الزکوۃ، صفحہ 270، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 رمضان المبارک 1444ء 31 مارچ 2023ھ

اس نیت سے طوطے خریدے کہ انکے بچے فروخت کروں گا تو طوطوں اور بچوں پر زکوۃ

سوال: مفتی صاحب میں نے کاروبار کیلئے تقریباً سوا لاکھ کے طوطے خریدے کہ ہر سال ان کے بچوں کو بیچ کر منافع حاصل کیا جائے، ایک سال سے زائد عرصہ ہو گیا ہے اور میرے پاس وہ پرندے موجود ہیں ساتھ ان پرندوں کے بچے بھی موجود ہیں جو کم از کم پچاس ہزار مالیت کے ہیں، پوچھنا یہ ہے کیا ان طوطوں پر زکوۃ ہو گی، اور اس دوران کافی تعداد میں طوطے مر بھی گئے، کیا ان پر بھی زکوٰۃ ہو گی؟ (سائل: محمد انعام رضا قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مذکورہ صورت میں خریدے گئے طوطوں یا اُنکے بچوں پر زکوۃ لازم نہیں کیونکہ خریدتے وقت طوطے بیچنے کے لیے نہیں بلکہ بچے حاصل کرنے کے لیے خریدے ہیں، جبکہ کسی چیز کے مالِ تجارت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بوقت عقد وہ چیز بیچنے کی نیت سے خریدی ہو۔

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے: الأصل أن ما عدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة عند العقد یعنی قاعدہ یہ ہے کہ سونے، چاندی اور چرائی کے جانوروں کے علاوہ میں، بوقتِ عقد تجارت کی نیت سے ہی زکوۃ ہو گی۔ [حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الزکاۃ، ۷۱۸]

فتاوی اہلسنت میں اسی طرح کا ایک سوال ہوا کہ زید پولٹری فام کے لیے اس نیت سے مرغیاں خریدتا ہے کہ ان سے انڈے حاصل کر کے بیچے گا یا انکے چوزے بیچے گا تو کیا ان مرغیوں یا چوزوں پر زکوٰۃ ہو گی؟ جواباً ارشاد فرمایا: مذکورہ مرغیوں کو تجارت کی غرض سے نہیں خریدا گیا بلکہ ان سے منفعت مقصود ہے، اسی طرح ان مرغیوں کے انڈوں اور چوزوں میں بھی مالِ تجارت کی مذکورہ شرط نہیں پائی جا رہی، لہذا ان پر زکوٰۃ نہیں۔
(فتاوی اہلسنت، کتاب الزکوۃ، فتوی نمبر 382، صفحہ 583، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ
ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی
08 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 29 مئی 2023ھ

زکوۃ کی رقم کسی طالبعلم کی فیس کے طور پر جمع کرانا

سوال: مفتی صاحب میری زکوۃ کا سال رمضان میں مکمل ہو جائے گا، کیا میں اپنی زکوۃ کی رقم کسی بچے کی 5،6 ماہ کی ایڈوانس فیس کے طور پر دے سکتی ہوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زکوۃ کی ادائیگی کے لئے فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے لہذا کسی شخص کو مالک بنائے بغیر اسکی مدرسہ، سکول یا کالج فیس ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہو گی، لہذا مال زکوۃ ڈائریکٹ محتاج طالبعلم کو دیا جائے، پھر بیشک وہ اس سے اپنی فیس ادا کرے، چنانچہ کنزالدقائق میں زکوۃ کے متعلق ہے: ھی تملیك المال من فقیر مسلم غیر هاشمی یعنی غیر ہاشمی فقیر مسلمان کو مال کا مالک بنانا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔[النسفی، أبو البرکات، کنز الدقائق، کتاب الزکوۃ، ۲۰۳]

علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمتہ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: فركن الزكاة هو إخراج جزء من النصاب إلى الله تعالى، وتسليم ذلك إليه يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه إليه أو إلى يد من هو نائب عنه سُوْرَةٌ یعنی زکوۃ کا رکن، اسے نصاب سے نکال کر اللہ کے لیے دینا، اور فقیر یا اسکے نائب کے حوالے کر کے، مال بنانے سے مالک کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔[الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الزکاۃ، فصل رکن الزکاۃ، 2/39]

فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر (یعنی فقیر کو مالک بنانا) ہے۔ جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو، کیسا ہی کارِ حَسَن ہو جیسے تعمیرِ مسجد یا تکفینِ میت یا تنخواہِ مدرسانِ علمِ دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ (269/10)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 شعبان المعظم 1444ھ 03 مارچ 2023ء

سودی قرض میں جکڑے ہوئے کو قرض دینا

سوال: مفتی صاحب ہماری ملازمہ نے سود پر قرض لے رکھا ہے وہ ہر مہینے قرض کی قسط ادا کرتی ہے، جب کبھی ادا نہیں کر پاتی تو قرضہ دینے والے اسے بہت پریشان کرتے ہیں، اس کی بیٹی کو اغوا کرنے کی دھمکی بھی دیتے ہیں، وہ قسط ادا کرنے کے لیے، روتی دھوتی کبھی کسی سے پیسے ادھار مانگتی ہے کبھی کسی سے، کیا ایسی عورت کو زکوۃ دے سکتے ہیں کہ وہ اپنا سود والا قرض ادا کر سکے، کیا اسے دینے سے ہماری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (بنت دین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سود لینا، دینا حرام ہے، مذکورہ ملازمہ پر اس فعل حرام کے سبب توبہ لازم ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا (البقرۃ، آیت 275)

سنن ابن ماجہ میں ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الربا سبعون حوبا، أیسرها أن ینکح الرجل أمه یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "سود (کا گناہ) ستر حصہ ہے، ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، حدیث 2274)

ایسے شخص کو زکوۃ دینے کے متعلق حکم شرع یہ ہے کہ اگر سود کے علاوہ، اس پر اتنا قرض ہے کہ وہ نکال کر اسکے پاس نصاب کی مقدار (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت) مال نہیں تو اسے زکوۃ دے سکتے ہیں، چنانچہ سودی قرض میں جکڑے ہوئے شخص کو زکوۃ دینے کے متعلق فتاوی اہلسنت میں ہے: اگر آپ پر علاوہ سود کی مد میں دینے کے اتنا قرض ہے کہ ادا کرنے کی صورت میں نصاب کی مقدار مال آپ کی ملکیت میں نہیں رہے گا تو آپ مستحق زکوۃ ہیں اور زکوۃ لے سکتے ہیں بلکہ مقروض کو زکوۃ دینا افضل ہے۔

(فتاوی اہلسنت، کتاب الزکوۃ، فتوی نمبر 303، صفحہ 467، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

21 شعبان المعظم 1444ھ 14 مارچ 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY

قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز

آن لائن

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی

کسی فقیر کو کرائے پر دیے ہوئے مکان کا کرایہ زکوۃ میں شمار کرنا

سوال: مفتی صاحب اپنا ذاتی گھر کسی کو کرایہ پر دیا ہوا ہے، اب اسکی حالت ایسی ہے کہ وہ ماہانہ 12000 کرایہ نہیں ادا کر سکتا، ہم یہ کرایہ زکوۃ میں شمار کر لیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

کسی فقیر کو بنیتِ زکوۃ اپنے مکان میں رہائش دینے یا مکان کا کرایہ زکوٰۃ میں شمار کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، البتہ ایسی صورت میں اگر زکوۃ کی نیت سے اس کو زکوٰۃ ادا کر دی جائے پھر اس سے اپنا کرایہ وصول کر لیا جائے تو زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی اور کرایہ بھی، چنانچہ سراج الدین ابن نجیم حنفی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: فلو أسكن فقيرا داره سنة بنية الزكاة لا تجزئه یعنی کسی فقیر کو زکوۃ کی نیت سے گھر میں پورا سال رہائش دی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ [النهر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، 1/412]

در مختار میں ہے: وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه یعنی اسکے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اپنے مدیون فقیر کو زکوۃ ادا کرے، پھر اس سے اپنا دین وصول کر لے۔

[ابن عابدین، الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار)، ۲/۲۷۱]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

صدقہ فطر 250 یا 320

سوال: مفتی صاحب ہمارے علاقے میں گندم 4000 روپے من ہے، یوں اڑھائی کلو گندم 250 کی بنتی ہے، اور بعض علماء نے یہی 250 کا اعلان ہی کیا، اس حساب سے اگر ہم صدقہ فطر 250 روپے ادا کیا جائے تو کیا ادا ہو جائے گا؟ (سائل: حافظ نعمان علی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں صدقہ فطر ادا ہو جائے گا کیونکہ صدقہ فطر میں نصف صاع گندم (یعنی 1920 گرام گندم یعنی دو کلو سے 80 گرام کم) یا اسکے آٹے کی قیمت کا اعتبار ہے جبکہ آپکے علاقے میں اتنی گندم یا آٹے کا ریٹ 250 ہے تو پھر صدقہ فطر ادا ہونے میں کوئی شبہہ نہیں اور وہاں کے علماء نے اُس علاقے کے لحاظ سے جو 250 مقرر کیا یہ بھی درست ہے، البتہ 320 روپے صدقہ فطر مقرر کرنے والے علمائے کرام نے پورے ملک کا لحاظ کرتے ہوئے بیان کیا ہے، جس سے ملک کے کسی بھی حصے میں فطرہ ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 رمضان المبارک 1444ھ 20 اپریل 2023ء

کیا وکیل صدقہ فطر اپنی ذات پر خرچ کر سکتا ہے؟

سوال: مفتی صاحب اگر ایک شخص کسی کو فطرہ دیتے وقت اختیار دے دے کہ جسے مرضی میرا فطرہ دے دو، کیا اس صورت میں شرعی فقیر ہو تو بندہ خود بھی فطرہ رکھ سکتا ہے؟ (سائل: قاری محمد طارق ضیائی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں اگر واقعی فطرہ دینے والے شخص نے یہی لفظ استعمال کیے جو سوال میں بیان کیے گئے ہیں تو شخص مذکور اپنے لیے فطرہ رکھ سکتا ہے بشرطیکہ شرعی فقیر ہو، ورنہ نہیں۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: ولا یجوز أن یمسك لنفسه شیئا إلا إذا قال ضعها حیث شئت فله أن یمسکها لنفسه یعنی وکیل کو جائز نہیں کہ زکوۃ وغیرہ میں سے اپنے لیے کچھ رکھ دے، البتہ اگر دینے والے نے کہہ دیا تھا کہ جہاں چاہے خرچ کرو تو اپنے لیے رکھ لینا جائز ہے۔

[البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، باب شروط اداء الزکوۃ، ۲/۲۲۷]

فتاوی رضویہ میں ہے: جس کے مالک نے اُسے اذنِ مطلق دیا کہ جہاں مناسب سمجھو، دو، تو اسے اپنے نفس پر بھی صرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، جبکہ یہ اس کا مصرف ہو۔ ہاں اگر یہ لفظ نہ کہے جاتے اُسے اپنے نفس پر صَرف کرنا جائز نہ ہوتا مگر اپنی یا اولاد کو دے دینا جب بھی جائز ہوتا اگر وُہ مصرف تھے۔ (ج10، ص 158)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 رمضان المبارک 1444ء 20 اپریل 2023ء

کیا درختوں پر بھی عشر لازم ہے؟

سوال: مفتی صاحب ہمارے ہاں بارانی زمینوں میں جب ہم گندم، چنے کی کاشت کرتے ہیں تو کیکر کے درخت خود پیدا ہو جاتے ہیں، پھر جب درخت بڑے ہو جاتے ہیں تو مالک انہیں کاٹ کر بیچ دیتا ہے، کیا ان درختوں پر بھی عشر ہے؟ (سائل: فرمان عطاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں کیکر کے درختوں پر عشر لازم نہیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ولا عشر فیما هو تابع للأرض کالنخل والأشجار یعنی جو چیزیں زمین کے تابع ہیں، اُن میں عشر نہیں جیسے کھجور کا درخت اور دیگر درخت۔

[الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السادس فی زکاۃ الزرع والثمار، 1/186]

بہار شریعت میں ہے: جو چیز زمین کی تابع ہو، جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند اس میں عشر نہیں۔

(بہار شریعت، زراعت اور پھلوں کی زکوۃ، ج1، حصہ 5، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 شوال المکرم 1444ء 28 اپریل 2023ھ

کیا فصل کا عشر نکالنے سے قبل فصل پر کیے گئے اخراجات پورے کیے جائیں گے؟

سوال: مفتی صاحب گندم کٹوائی گئی اجرت پر اب جتنی گندم ہوئی اُس میں سے مزدوری کے دانے یا دیگر اخراجات نکال کر عشر ہو گا یا ساری گندم پر عشر ہو گا؟ (سائل: فقیر سعید احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عشر فصل کی تمام پیداوار پر لازم ہوتا ہے۔ مزدوری، بھیج، کھاد وغیرہ دیگر اخراجات اس میں سے مائنس نہیں کیے جائیں گے۔ تنویر الابصار مع در مختار میں ہے: (ویجب نصفه)... (بلا رفع مؤن) أي كلف (الزرع) وبلا إخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج یعنی عشر یا نصف عشر کھیتی کے اخراجات اور بھیج نکالے بغیر واجب ہو گا کیونکہ فقہائے کرام نے عشر کے تمام آمدن پر ہونے کی تصریح کی ہے۔

[الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار)، باب العشر، 2/329]

بہار شریعت میں ہے: جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کُل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارف زراعت، ہل بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اُجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔ (بہار شریعت، جلد 1، حصہ 5، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 رمضان المبارک 1444ھ 20 اپریل 2023ء

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-FIQH ACADEMY
قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

کیا عشر ادا کرنے کے بعد، فروخت شدہ گندم کی قیمت پر زکوۃ ہو گی؟

سوال: مفتی صاحب گندم کا عشر ادا کرنے کے بعد کچھ گندم گھر میں رکھی استعمال کے لیے اور کچھ گندم فروخت کر دی، اب کیا گھر میں رکھی گندم یا فرخت شدہ گندم کی قیمت پر زکوۃ لازم ہو گی حالانکہ ہم پہلے اس گندم کا عشر ادا کر چکے؟ (سائل: مشتاق احمد عطاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں گھر میں رکھی جانے والی گندم پر زکوۃ لازم نہیں البتہ جو گندم بیچ کر آپ نے رقم وصول کی ہے سال مکمل ہونے پر اُسکی زکوۃ لازم ہو گی بشرطیکہ وہ نصاب کے برابر ہو یا دیگر کسی مال زکوۃ سے ملکر نصاب تک پہنچے۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: وأما ثمن الطعام المعشور وثمن العبد الذی أدی صدقة فطرہ فإنه یضم إجماعا جس طعام کا عشر ادا کر دیا گیا ہو یا جس غلام کا فطرہ ادا کیا جا چکا ہو، اسکا ثمن بالاِجماع پہلے سے موجود مالِ زکوۃ سے ملایا جائے گا (یعنی اسکی بھی زکوۃ ادا کی جائے گی)

[الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الخیل، ۱/۱۲۰]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 شوال المکرم 1444ء 28 اپریل 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

کاشتکار جب زمین مزارعت پر لے تو عشر کون ادا کرے گا؟

سوال: مفتی صاحب کسی شخص نے مالک زمین سے زمین، پیداوار کے نصف حصہ پر لی ہے تو اس صورت میں پیداوار کا عشر کون دے گا؟ (سائل: محمد ندیم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مذکورہ صورت میں اگر بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہیں تو عشر اسی پر ہے، ورنہ دونوں پر اپنے اپنے حصے کے مطابق عشر ہو گا۔

در مختار میں ہے: وفی المزارعة إن كان البذر من رب الأرض فعليه، ولو من العامل فعليهما بالحصة یعنی مزارعت میں اگر بیج زمین والے کی طرف سے ہیں تو عشر اسی پر ہے، اور اگر بیج کام کرنے والے کی طرف سے ہیں تو دونوں پر انکے حصے کے مطابق عشر ہو گا۔

[الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الزكاة، باب العشر، فروع في زكاة العشر، ۲/۳۳۵]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ھ 30 اپریل 2023ء

کیا مسجد پر وقف زمین سے بھی عشر نکالا جائے گا؟

سوال: مفتی صاحب کیا مسجد پر وقف زمین پر بھی عشر نکالیں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مسجد پر وقف شدہ زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہوتا ہے، چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے: فیجب فی الأراضی التی لا مالك لها وهی الأراضی الموقوفة لعموم قوله تعالی {یا أیها الذین آمنوا أنفقوا من طیبات ما کسبتم ومما أخرجنا لکم من الأرض} [البقرة: 267] وقوله عزوجل {وآتوا حقه یوم حصاده} [الأنعام: 141]۔۔۔ ولأن العشر یجب فی الخارج لا فی الأرض فکان ملك الأرض وعدمه بمنزلة واحدة. یعنی ایسی زمینیں جنکا کوئی مالک نہیں، ان پر بھی عشر واجب ہوگا، اور وہ وقف شدہ زمینیں ہیں، اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے: اے ایمان والو طیبات سے جو ہم نے تمہیں دیا اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا اس میں سے خرچ کرو، اور اللہ عزوجل کے اس فرمان کی وجہ سے: اور کھیتی کا حق ادا کرو کھیتی کٹنے کے دن۔۔ اور اس وجہ سے کہ عشر زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے نہ کہ زمین پر، پس زمین کی ملکیت وعدم ملکیت برابر ہے (یعنی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔ [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الزکاۃ، 2/56]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

کیا شوال المکرم میں عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہو جاتا ہے؟

سوال: مفتی صاحب کیا شوال المکرم میں عمرہ کرنے والے پر حج کرنا فرض ہو جاتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

محض شوال المکرم میں عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، ہاں جو شخص شوال میں مکۃ المکرمہ میں عمرہ کے لیے موجود ہے اور واپسی آنے کے زمانے تک اسکے پاس حاجت اصلیہ سے زائد، وہاں رہنے کے تمام اخراجات اور اپنے اہل وعیال کے نان نفقہ پر بھی قدرت ہو تو اس پر حج فرض ہے جبکہ حج فرض ہونے کی دیگر شرائط بھی پائی جائیں، ورنہ نہیں۔ نیز حج فرض ہونے کی صورت میں اگر ویزہ ختم ہونے کے سبب واپس آنا پڑا تو محصر کے احکام لاگو ہوں گے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) ترجمہ: اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (القرآن، سورہ آل عمران، پارہ 04، آیت 97)

کنز الدقائق حج فرض ہونے کی شرائط میں ہے: وقدرۃ زاد وراحلۃ فضلت عن مسکنہ وعما لا بد منہ ونفقۃ ذھابہ وإیابہ وعیالہ اور (حج کی شرائط میں سے) سامان سفر اور سواری پر قدرت ہونا ہے اپنے مسکن اور ضروریات سے زائد، اور آنے، جانے، اہل وعیال کے نفقہ پر بھی قدرت ہو۔ [النسفی، کنز الدقائق، کتاب الحج]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

05 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 26 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

غیر قانونی طور پر حج کرنا

سوال: مفتی صاحب غیر قانونی طور پر سعودیہ میں رہتے ہوئے حج کرنا کیسا اور کیا ایسے حج ہو جائے گا؟(رحیل احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

غیر قانونی طریقہ استعمال کرتے ہوئے حج ادا کرنے کی اجازت نہیں کہ پکڑے جانے کی صورت میں ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا، جبکہ شرعا اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا جائز نہیں البتہ اگر کسی نے ایسے حج ادا کر لیا تو حج ادا ہو جائے گا کیونکہ مخصوص وقت میں مخصوص افعال بجالانے سے حج ادا ہو جاتا ہے۔

ابن ماجہ شریف میں ہے : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسہ

ترجم : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کسی مومن کے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلت و رُسوائی میں پیش کرے۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن)

کنز الدقائق میں ہے : هو زيارة مكان مخصوص فى زمان مخصوص بفعل مخصوص یعنی مخصوص زمانے میں مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص جگہوں کی زیارت کرنا حج کہلاتا ہے۔

[النسفی، أبو البرکات، کنز الدقائق، کتاب الحج، صفحۃ ۲۲۶]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 31 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

حاجی عید کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟

سوال: مفتی صاحب حاجی عید کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ (سائل: حافظ احمد حسین رضوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعا حاجیوں پر نماز عید واجب ہی نہیں۔ صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ دیگر کُتب احادیث میں حضور علیہ السلام کے حج کے متعلق ایک طویل حدیث مبارکہ ہے جس میں دس ذی الحج کو طلوع شمس کے بعد جمرہ عقبی کو کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرنے کا تذکرہ ہے، اگر حاجی پر نماز عید ہوتی تو آپ علیہ السلام پہلے عید پڑھتے پھر قربانی کرتے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے: حتی أتی الجمرۃ التی عند الشجرۃ، فرماھا بسبع حصیات، یکبر مع کل حصاۃ منھا، مثل حصی الخذف، رمی من بطن الوادی، ثم انصرف إلی المنحر، فنحر ثلاثا وستین بیدہ یعنی حضور علیہ السلام اس جمرہ کے پاس آئے، جو درخت کے قریب ہے، بطن وادی سے اُس جمرہ کو چھوٹی کنکریوں کی مثل چھوٹے سات کنکر مارے، ہر کنکر مارتے ہوئے تکبیر کہی، پھر (بغیر عید پڑھے) قربان گاہ کی طرف لوٹ آئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربان کیے۔

[صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علی وسلم، ۸۸۶/۲]

فتاوی شامی میں ہے: إن منی لا تجوز فیھا الأضحیۃ إلا بعد الزوال لأنھا موضع تجوز فیہ صلاۃ العید إلا أنھا سقطت عن الحاج ولم نر فی ذلک نقلا مع کثرۃ المراجعۃ، ولا صلاۃ العید بمکۃ یوم النحر لأنا ومن أدرکناہ من المشایخ لم یصلھا بمکۃ، واللہ أعلم ما السبب فی ذلک منیٰ میں نماز عید جائز ہے مگر حاجی سے عید کی نماز ساقط ہے، کثیر مراجعت کے باوجود اس کی نقل معلوم نہ ہوئی، اور قربانی والے دن مکہ میں بھی نماز عید نہیں کیونکہ ہم نے جن مشائخ کو بھی دیکھا انہوں نے مکہ میں نماز عید نہ پڑھی، اسکا سبب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

[الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار)، کتاب الاضحیۃ، ۳۱۸/۶]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 31 مئی 2023ھ

عمرہ کرنے والے کا ارادہ پہلے جدہ جانے کا ہے بعد میں مکہ، کیا احرام لازمی ہے؟

سوال: مفتی صاحب زید عرب شریف کے شہر ریاض میں مقیم ہے اور عمرہ کی نیت سے پہلے جدہ اور پھر جدہ سے مکہ شریف کا سفر کرے گا، سوال یہ ہے کہ اس کو عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا ہو گا؟ کیا جدہ جاتے وقت جب وہ میقات سے گزرے گا تب باندھے گا یا جدہ پہنچ کر جب مکہ کی جانب سفر شروع کرے تب احرام باندھے؟ (سائل: ملک اعوان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں جب زید کا ارادہ مکہ شریف جانے کا ہے تو اُسے بغیر احرام میقات سے گزرنا جائز نہیں اگرچہ وہ پہلے جدہ جائے کیونکہ مکہ شریف جانے والے کو بغیر احرام میقات سے گزرنا جائز نہیں۔

تحفة الفقهاء میں ہے: لا يجوز للآفاقي التجاوز عن هذه المواقيت لدخول مكة لقصد الحج أو للتجارة ونحوها إلا محرما یعنی آفاقی کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے مواقیت سے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں چاہے حج کا قصد ہو یا تجارت وغیرہ کا۔ [السمرقندی، علاء الدین، تحفة الفقهاء، کتاب المناسك، باب الإحرام]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 رمضان المبارک 1444ء 31 مارچ 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY

قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

بغیر احرام میقات سے گزرنے کی صورت

سوال: ایک بندہ سعودی عرب میں ہے، اسکی فیملی عمرہ کرنے کے لیے پاکستان سے آرہی ہے اور اس بندے کی خواہش ہے کہ وہ فیملی کے ساتھ عمرہ کرے، کیا وہ میقات سے بغیر احرام باندھے حرم جا سکتا ہے، پھر جدہ ائیر پورٹ سے فیملی کو رسیو کر کے مسجد عائشہ سے احرام باندھ لے اور فیملی کے ساتھ عمرہ کر لے؟ (سائل: زاہد قریشی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مکہ معظمہ (حدود حرم) جانے والا بغیر احرام میقات سے نہیں گزر سکتا، لہذا جب آپ مکہ معظمہ کی نیت سے جائیں گے تو احرام لازمی ہو گا۔ البتہ جدہ، حدود حرم سے باہر ہے، اگر آپ خالص جدہ کی نیت سے جدہ جائیں تو بغیر احرام کے جاسکتے ہیں، پھر جدہ ائیر پورٹ سے فیملی رسیو کر کے بیرون حرم کہیں سے بھی احرام باندھ کر عمرہ کر لیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کے جواز کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وحاصلہ أن الشرط أن یکون سفرہ لأجل دخول الحل وإلا فلا تحل لہ المجاوزۃ بلا إحرام یعنی گفتگو کا ماحاصل یہ ہے کہ میقات سے بغیر احرام گزرنے کی شرط یہ ہے کہ اسکا خالص حل میں داخل ہونے کے لیے ہو ورنہ بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

16 شعبان المعظم 1444ھ 09 مارچ 2023ء

احرام کو بالوں سے بچانے کے لیے، محرم کا حلق سے پہلے ہی احرام اُتار کر کپڑے پہننا

سوال: مفتی صاحب بعض لوگ عمرہ ادا کر کے جب حلق کرانے کے لیے جاتے ہیں، تب احرام کھول دیتے ہیں تا کہ بال گرنے سے احرام کو بچایا جا سکے، شرعاً ایسا کرنا کیسا؟ (سائل: شیخ عمران)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حالتِ اِحرام سے باہر آنے کے لیے حلق یا تقصیر لازمی ہے، اور حلق یا تقصیر سے قبل احرام کی پابندیاں لازم ہیں، خلاف ورزی کی صورت میں دم یا صدقہ وغیرہ مختلف احکام لاگو ہوتے ہیں، لہٰذا احرام بچانے کی غرض سے، حلق یا تقصیر سے قبل ہی احرام اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں، اگر ایسا کیا تو صدقہ یا دم لازم ہو جائے گا، اگر تھوڑی دیر کے لیے کیا تو صدقہ ہے اور اگر بارہ گھنٹے سلے ہوئے کپڑے پہنے تو دم لازم ہو گا۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے: فلو لبس مخیطاً... یوماً کاملاً او لیلة کاملة؛ المراد مقدار احدهما فلو لبس من نصف النهار الى نصف الليل من غير انفصال او بالعكس لزمه دم وفى الأقل صدقة أى نصف صاع من بر.. وفى اقل من ساعة قبضة من بر یعنی اگر محرم نے ایک دن یا رات سلا ہوا کپڑا پہن لیا تو دم لازم ہے، یہاں پر ایک دن یا رات سے مراد انکی مقدار ہے، اگر کسی نے آدھے دن سے آدھی رات تک یا اسکے برعکس مسلسل سلا ہوا کپڑا پہنا تو اُس پر بھی دم لازم ہے، اور ایک دن رات سے کم میں صدقہ ہے یعنی نصف صاع گندم ہے۔ اور ایک ساعت سے کم میں ایک مٹھی گندم دینا ہے [الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

27 شوال المکرم 1444ء 18 مئی 2023ھ

محرم کو کسی وجہ سے حج یا عمرہ کرنے سے روک دیا جائے تو کیا کرے؟

سوال: مفتی صاحب اگر کسی وجہ سے محرم کو جدہ سے واپس بھیج دیا جائے تو وہ کیا کرے، احرام سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(سائل: آسی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جسے احرام باندھنے کا بعد حج یا عمرہ سے روک دیا جائے شرعا اس پر احرام کی پابندیاں لازم ہیں، خلاف ورزی کرنے پر دم یا صدقہ وغیرہ لازم ہو گا۔ اب احرام سے باہر آنے کے لیے اُسے حکم شرع یہ ہے کہ وہ حدود حرم میں قربانی کی شرائط کے مطابق ایک جانور ذبح کرے۔ اگر خود نہ کر سکے تو کسی دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کرے جو اسکی طرف سے جانور خرید کر حدود حرم میں ذبح کر دے۔ جب جانور ذبح ہو جائے تو اس کا احرام کھل جائے گا، نیز یہ بھی یاد رہے کہ حج یا عمرہ جسکا احرام باندھا بعد میں اُسکی قضا بھی لازم ہے۔

قرآن پاک میں ہے: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ۔ ترجمۃ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تمہیں روک دیا جائے تو قربانی کا جانور بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے۔ (القرآن، البقرۃ، آیت 196)

فتاوی ہندیہ میں ہے: (وأما حکم الإحصار) فهو أن یبعث بالهدی أو بثمنه لیشتری به هدیا ویذبح عنه و مالم یذبح؛ لا یحل وهو قول عامة العلماء ... لو فعل شیئا من محظورات الإحرام قبل ذبح الهدی یجب علیه ما یجب علی المحرم إذا لم یکن محصرا یعنی احصار کا حکم یہ ہے کہ قربانی یا اس کی قیمت بھیجے تاکہ اس سے قربانی کا جانور خریدا جائے اور اس کی طرف سے ذبح کیا جائے۔ جب تک ذبح نہیں کیا جائے گا احرام نہیں کھلے گا اور عام علماء کا یہی قول ہے ... اگر ذبح سے پہلے ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو اس پر وہی واجب ہو گا جو محرم پر واجب ہوتا ہے جب وہ محصر نہ ہو۔ [الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثانی عشر فی الإحصار]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

1 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 22 مئی 2023ھ

مسجد کے چندے سے امام مسجد کو ایڈوانس تنخواہ دینا

سوال: مفتی صاحب کیا امام مسجد کو ایڈوانس تنخواہ دے سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جہاں امام مسجد کو مسجد کے چندے سے ایڈوانس تنخواہ دینے کا رواج ہو وہاں امام صاحب کو ایڈوانس تنخواہ دے سکتے ہیں یونہی چندہ دینے والوں کی اجازت ہو تب بھی جائز ہے ورنہ نہیں، متعدد کتب فقہ میں ہے: اَلْعَادَۃُ مُحَکَّمَۃٌ یعنی عادت حکم شرعی کی بنیاد ہے۔

(الأشباہ والنظائر، الفن الأوّل، القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة السادسة، ص79)

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ شرح کنزالدقائق میں فرماتے ہیں: المعروف عرفا كالمشروط شرطا والعادة محكمة یعنی جو چیز عرفا معروف و معلوم ہو ایسے ہی ہے جیسے اسے شرط قرار دیا گیا ہے اور عادت (حکم شرعی کی) بنیاد ہے۔(البحر الرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الوکالة، التوکیل بایفاء جمیع الحقوق، 150/7)

فتاوی رضویہ میں اعلی حضرت علیہ الرحمۃ سے مدرسینِ وقف کو پیشگی تنخواہ دینے کے متعلق سوال ہوا تو جوابا آپ نے فرمایا: روا (جائز) نہیں مگر جہاں اجازتِ واقف یا تعاملِ قدیم ہو لانه يحمل على المعهود من عند الواقف (کیونکہ یہ خود واقف کی طرف سے معہود پر محمول ہو گا)۔(فتاوی رضویہ جلد 16 صفحہ 569 رضافاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

17 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 07 جون 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY

AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY

قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز

آن لائن

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی

آجکل شہروں میں فلیٹوں کے نیچے مسجد کا شرعی حکم

سوال: ایک جگہ پر 12 منزلہ عمارت کا پروجیکٹ ہے، جہاں فقط گراؤنڈ فلور میں مسجد ہو گی، باقی کسی کی ملکیت ، کیا ایسے مسجد ہو جاتی ہے؟ (سائل: فیصل عدنان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اگر وہاں زیادہ گنجان آبادی ہونے کے باعث جگہ تنگ ہے، تو فی زمانہ علمائے کرام کے فتوے کے مطابق گراؤنڈ فلور شرعی طور پر مسجد ہے ورنہ نہیں، کیونکہ شرعا مسجد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جگہ مکمل اوپر سے نیچے تک مسجد کے لئے وقف ہو، البتہ صاحبین کے نزدیک جن مقامات پر کثیر عمارتیں ہیں، جگہ کی تنگی ہے، وہاں اوپر نیچے کے علاوہ اگر کوئی منزل مسجد کے لئے وقف ہو تو جائز ہے، فی زمانہ علمائے کرام ایسی جگہ اسی قول پر فتوی دیتے ہیں، المحیط میں ہے: وعن أبي يوسف أنه أجاز أن يكون الأسفل مسجدا والأعلى ملكا؛ لأن الأسفل أصل عن محمد أنه حين دخل الري ورأى ضيق الأمكنة جوز ذلك یعنی امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے اسکو جائز قرار دیا کہ نیچا والا حصہ مسجد ہو اور اوپر والا کسی کہ ملک ہو، اسلیے کہ نچلا حصہ اصل ہے، اور امام محمد سے ہے کہ جب وہ رے میں داخل ہوئے اور مکانوں کی تنگی دیکھی تو اسکو جائز قرار دیا۔[کتاب الوقف]

ہدایہ شریف میں ہے: وعن أبي يوسف أنه جوز في الوجهين حين قدم بغداد ورأى ضيق المنازل فكأنه اعتبر الضرورة. وعن محمد أنه حين دخل الري أجاز یعنی امام ابو یوسف سے ہے کہ وہ جب بغداد آئے اور مکانوں کی تنگی کو دیکھا تو بوجہ ضرورت انہوں نے دونوں صورتوں میں (اوپر والے حصے میں مسجد ہو یا نیچے والے حصے) جائز قرار دیا اور امام محمد سے ہے کہ وہ جب رے میں داخل ہوئے تو اس صورت کو جائز قرار دیا۔(کتاب الوقف)

کتاب وقف کے شرعی مسائل میں ہے: جن شہروں میں جگہ کی شدید تنگی ہے جیسے کراچی ممبئی کی صورت حال وہاں پر فی زمانہ یہ فتوی ہے کہ فلیٹوں کے نیچے بنی ہوئی مسجدیں شرعی مسجدیں ہیں۔ (ص 127، مکتبہ اہلسنت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

قرآن پر ہاتھ رکھ کر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا کہنا

سوال: مفتی صاحب ایک لڑکی نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں فلاں سے شادی کروں گی، بعد میں والدین کی مرضی نہ ہونے کی وجہ سے اسکی شادی کہیں اور ہوئی، کیا اس قسم کا کفارہ ہے؟ (سائل: سنجو بابا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر کسی جائز کام کا عزم کیا جائے تو حتی الامکان اُسے پورا کرنا چاہیے، البتہ محض قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر ایسا کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی اور اسکا خلاف کرنے پر کفارہ بھی نہیں جب تک کہ زبان سے الفاظِ قسم کا تلفظ نہ کرے مثلاً اللہ کی قسم، قرآن کی قسم میں ایسا کروں گا وغیرہ، چنانچہ در مختار میں ہے: ورکنها اللفظ المستعمل فيها یعنی قسم کا رکن اُن الفاظ کا ہونا ہے جو قسم میں استعمال کیے جاتے ہیں۔[ابن عابدین، الدر المختار وحاشية ابن عابدين، کتاب الایمان، ۳/۷۰۴]

فتاوی رضویہ شریف میں ہے: مصحف شریف ہاتھ میں لیکر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنی اگر لفظاً حلف وقسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہو گا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کام کرونگا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 13، 575، رضا فاؤنڈیشن)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 شعبان المعظم 1444ء 22 مارچ 2023ھ

کسی دوسرے کو کسی کام پر قسم دینا

سوال: مفتی صاحب اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو قسم دے کہ تمہیں میری قسم فلاں کام کرو، تو کیا ایسے قسم ہو جاتی ہے، اور اب وہ کام کرنا پڑے گا؟ (سائل: جنید قریشی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

غیر اللہ کی قسم شرعا قسم ہے ہی نہیں اور یونہی کسی دوسرے کے قسم دلانے سے بھی قسم نہیں ہوتی، لہذا اس قسم کو پورا کرنا ضروری نہیں۔

بدایۃ المبتدی میں ہے: ومن حلف بغیر اللہ لم یکن حالفا کالنبی والکعبۃ یعنی جس نے اللہ کے علاوہ کی قسم کھائی وہ قسم اُٹھانے والا نہیں، جیسے نبی اور کعبہ کی قسم۔ [المَرْغِینانی، بدایۃ المبتدی، کتاب الایمان، صفحۃ ۹۶]

فتاوی ہندیہ میں ہے: وَلَوْ قَالَ لِغَيْرِهِ: بِاَللّٰهِ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا لَا يَجِبُ عَلَى ذٰلِكَ الْغَيْرِ أَنْ يَأْتِيَ بِذٰلِكَ الْفِعْلِ شَرْعًا۔ اگر کسی نے کسی دوسرے سے کہا اللہ کی قسم تو یہ کام کر، تو دوسرے پر شرعا اس کام کا کرنا لازم نہیں۔ [مجموعۃ من المؤلفین، الفتاوی الھندیۃ، ۳۱۸/۵]

بہار شریعت میں ہے: دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً کہا تمھیں خدا کی قسم یہ کام کردو تو اس کہنے سے اوس پر قسم نہ ہوئی یعنی نہ کرنے سے کفارہ لازم نہیں ایک شخص کسی کے پاس گیا اوس نے اوٹھنا چاہا اوس نے کہا خدا کی قسم نہ اوٹھنا اور وہ کھڑا ہو گیا تو اوس قسم کھانے والے پر کفارہ نہیں۔ (بہار شریعت، قسم کا بیان، حصہ 9)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 31 مئی 2023ھ

قرآن مجید حفظ کرنے کی منت شرعی منت کیوں نہیں؟

سوال: جب قرآن پاک حفظ کرنا فرض کی جنس سے ہے تو حفظ کی منت ماننے سے منت لازم کیوں نہیں ہوتی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیشک مکمل قرآن پاک حفظ کرنا فرض کفایہ ہے، لیکن شرعی منت کے لیے جس فرض کی جنس سے ہونا ضروری ہے اُس سے فقہائے کرام کی مراد فرض عین ہے نہ کہ فرض کفایہ، اور اگر ایک آیت یا فاتحہ وغیرہ کا حفظ فرض یا واجب عین ہے بھی تو یہ نماز کی وجہ سے ہے نہ کہ ابتداء ذاتی طور پر۔

فتاوی شامی میں ہے: أن مرادھم بالفرض ھنا فرض العین دون ما یشمل فرض الکفایۃ یعنی یہاں منت کی شرائط میں فقہاء کی فرض سے مراد فرض عین ہے نہ کہ فرض کفایہ۔[الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین، کتاب الایمان]

طحطاوی شریف میں ہے: أن القراءۃ من جنسھا فرض وواجب وتقصد لذاتھا ولیست واجبۃ قبل وعلل عدم الوجوب فی القھستانی بأن لزومھا للصلاۃ لا لعینھا یعنی قراءت کی جنس سے فرض و واجب بھی ہے اور قراءت سے عبادت بھی مقصود ہوتی ہے اور قراءت پہلے سے بندے پر واجب بھی نہیں ہے، تو قہستانی میں اس منت کے واجب نہ ہونے کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت نماز کے لیے لازم ہے نہ کہ مستقل طور پر

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، ص693)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

17 شوال المکرم 1444ء 08 مئی 2023ھ

اپنے خاندان میں یا قریبی رشتہ دار عورت سے شادی کرنے کے متعلق ایک روایت کی وضاحت

سوال: مفتی صاحب قریبی رشتہ داروں میں نکاح کرنا کیسا، کیا کسی حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، حدیثِ پاک بیان کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اپنے قریبی رشتہ داروں میں نکاح مت کرو، کیوں کہ اس طرح (بسا اوقات) تمہارے بچے ناقابلِ علاج بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں (اِحیاء علوم الدین)؟ (شیخ اسد اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بعض شافعیوں کا قول ہے کہ اپنے خاندان میں یا قریبی عورت سے شادی نہ کرنا مستحب ہے، امام غزالی شافعی علیہ الرحمتہ نے اِحیاء العلوم میں اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا، جبکہ شافعی محدث و شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ نے اس روایت کا انکار کیا کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں، ہم احناف کے نزدیک اپنے خاندان میں یا قریبی غیر محرم عورت سے نکاح کرنا منع نہیں، اگرچہ طبی طور پر بعض طبیب کزن میرج سے منع کرتے ہیں لیکن شرعا منع نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں: وأما قول بعض الشافعية يستحب أن لا تكون المرأة ذات قرابة قريبة فان كان مستندا إلى الخبر فلا أصل له أو إلى التجربة وهو أن الغالب أن الولد بين القريبين يكون أحمق فهو متجه یعنی بعض شوافع کا قول ہے کہ منکوحہ عورت کا قریبی رشتہ داروں میں سے نہ ہونا مستحب ہے، اگر تو یہ قول کسی خبر (حدیث) کی بنا پر ہے تو اسکی کوئی اصل نہیں، اور اگر یہ قول اس تجربہ کی بنا پر ہے کہ اکثر ایسے میاں بیوی سے پیدا ہونے والا بچہ بے وقوف ہوتا ہے تو یہ قابلِ توجہ ہے

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

08 ذیقعدۃالحرام 1444ء 29 مئی 2023ھ

بھتیجی کی بیٹی (بھائی کی نواسی) سے نکاح کرنا

سوال: مفتی صاحب کیا اپنے بھائی کی نواسی یعنی اپنی بھتیجی کی بیٹی سے شادی کرنا جائز ہے؟ (سائل: عزیر احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس طرح اپنی بھتیجی سے نکاح کرنا ناجائز و حرام ہے، ایسے ہی اسکی اولاد سے نکاح کرنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ قرآن پاک میں ہے: حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ ترجمۃ: تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں (القرآن، النساء، آیت نمبر23)

اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں ہے: وبنات الأخ وبنات الأخت یعنی فروع الأخ والاخت بناتھما وبنات ابنائھما وبنات بناتھما وان سفلن سواء یعنی بھائی اور بہن کی بیٹیاں اور آگے ان بیٹوں، بیٹیوں کی بیٹیاں بھی نیچے تک تمام اولاد (حرام ہیں) [محمد ثناء اللہ، التفسیر المظھری، ۲/۵۶]

بدائع الصنائع میں ہے: وتحرم علیه بنات الأخ وبنات الأخت بالنص.. وبنات بنات الأخ والأخت وإن سفلن بالإجماع یعنی مرد پر اپنی بھتیجی، بھانجی قرآنی نص سے حرام ہے.. اور نیچے تک بھتیجی، بھانجی کی بیٹیاں بھی بالإجماع حرام ہیں۔

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب النکاح، ۲/۲۵۷]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

08 ذیقعدۃ الحرام 1444ھ 29 مئی 2023ء

نکاح کے وقت مرد یا عورت کے اصلی نام کی جگہ دوسرا نام لینے سے نکاح ہو جائے گا؟

سوال: مفتی صاحب اصل نام پر نکاح ہونا ضروری ہے یا پکارنے والے نام پر بھی نکاح ہو جائے گا؟(سائل:زم زم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

نکاح میں اصل مقصود عاقدین یعنی مرد و عورت کی تعیین ہے، لہذا اگر کوئی پکارنے والے نام سے معروف ہے تو پکارے جانے والے نام پر نکاح ہو جائے گا، اگرچہ اسکا اصلی نام کوئی اور ہو۔

فتاوی شامی میں ہے: إن ذكر الاسم غير شرط، بل المراد الاسم أو ما يعينها مما يقوم مقامه یعنی نکاح میں نام کا ذکر شرط نہیں بلکہ مراد نام یا نام کے قائم مقام جو بھی (لقب، کنیت وغیرہ) عورت کو معین کر دے کافی ہے۔

[الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) کتاب النکاح، 3/22]

المحیط البرہانی میں ہے: جارية لها اسم سميت به في صغرها فلما كبرت سميت باسم آخر، تزوج باسمها الآخر إن صارت معروفة بهذا الاسم یعنی کسی بچی کو بچپن میں ایک نام سے پکارا جاتا تھا جب بڑی ہوئی تو اسکو دوسرا نام دیا گیا تو اگر وہ اس دوسرے نام سے معروف ہے تو اسی نام پر اس کی شادی کرائی جائے۔

[المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، کتاب النکاح، الفصل الخامس فی تعریف المراۃ والزوج فی العقد بالتسمیۃ او الاشارۃ]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 شعبان المعظم 1444ھ 03 مارچ 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

اگر نکاح میں حق مہر شرعی مقدار سے کم بیان کیا گیا تو شرعی حکم؟

سوال: مفتی صاحب اگر حق مہر، شرعی مقدار سے کم رکھا جائے تو کیا حکم ہو گا؟ (سائل: جنید قریشی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

کم سے کم حق مہر دس درہم یعنی 2 تولے ساڑھے سات ماشے چاندی (کل 31.5 ماشے چاندی) یا اسکی قیمت ہے۔ اگر نکاح میں حق مہر اس سے کم مقرر کیا گیا تو نکاح ہو جائے گا اور مہر دس درہم دینا واجب ہو گا۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: أن المهر إلى عشرة دراهم حق الشرع، فلا يجوز التنقيص منه شرعا حتى لو سمى أقل من عشرة فلها عشرة یعنی دس درہم تک مہر شرعی حق ہے، اس سے کم کرنا جائز نہیں، اگر اس سے کم رکھا گیا پھر بھی عورت کے لیے دس درہم ہو گا۔ [الاختيار لتعليل المختار، كتاب النكاح، 3/97]

بدائع الصنائع میں ہے: فإن كان المسمى أقل من عشرة يكمل عشرة عند أصحابنا الثلاثة یعنی اگر مقرر کردہ مہر دس درہم سے کم ہوا تو ہمارے آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دس درہم پورے کیے جائیں گے۔

[بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب النكاح، فصل المهر، 2/276]

بہار شریعت میں ہے: نکاح میں دس ۱۰ درہم یا اس سے کم مہر باندھا گیا، تو دس ۱۰ درہم واجب اور زیادہ باندھا ہو تو جو مقرر ہوا واجب۔ (بہار شریعت، مہر کا بیان، ج2، حصہ 7، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

12 شوال المکرم 1444ء 03 مئی 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY
قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی آن لائن

کیا نکاح میں زیادہ مہر طے ہو جانے کے بعد کم کیا جا سکتا ہے؟

سوال: مفتی صاحب ایک شادی کے موقع پر نکاح میں مہر زیادہ تقریبا پانچ لاکھ سات سو چھیاسی روپے مقرر ہوا، اب اس مہر کو دونوں فریق کم کرنا چاہتے ہیں تو کیا ایسی صورت ہے کہ مقرر کیا ہوا مہر کم ہو سکے؟ (سائل: غفران حبیبی، یوپی انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مذکورہ صورت میں اگر عورت راضی ہے تو بخوشی اپنا مہر کم کر سکتی ہے ورنہ نہیں، چنانچہ قرآن پاک میں ہے: وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ترجمہ: اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ (القرآن، النساء، آیت 24)

اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں ہے: المراد به ان تحط المرأة بعض المفروض، عن الزوج او تهبه كله او يزيد الرجل لها على قدر المفروض یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ عورت بعض مقررہ مہر شوہر کو کم کر دے یا سارا ہبہ کر دے یا مرد عورت کے لیے مہر میں اضافہ کر دے (تو اس میں حرج نہیں)۔

[المظهری، محمد ثناء الله، التفسير المظهری، ۷۹/۰]

عبد اللہ بن مودود موصلی حنفی علیہ الرحمۃ الاختیار لتعلیل المختار میں فرماتے ہیں: (وإن حطت من مهرها صح الحط) لأنه خالص حقها بقاء واستيفاء، فتملك حطه كسائر الحقوق یعنی اگر عورت نے اپنے مہر میں کمی کی تو یہ کمی کرنا صحیح ہے، کیونکہ وصول کرنے یا باقی رکھنے کے اعتبار سے مہر خالص عورت کا حق ہے، پس دیگر سارے حقوق کی مثل اس حق میں بھی کمی کا اختیار عورت کو ہے۔

[الاختيار لتعليل المختار، کتاب النکاح، فصل اقل المهر و اکثره، ۱۰۳/۳]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

بیویوں کے درمیان عدل

سوال: ایک شخص نے ایک نکاح کیا پھر کچھ عرصہ بعد ایک اور نکاح کر لیا، اب صورت حال یہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکاری ہے، کہہ رہا ہے وہ اپنے والدین کے ساتھ رہے، میں مہینے میں دو بار اسکے پاس رہوں گا، اور پورے ماہ کا 4 ہزار خرچہ دوں گا، لیکن وہ مہینے میں دو مرتبہ آنے والی بات بھی پوری نہیں کر رہا، اب کیا شرعی حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

شرعی طور پر دو، تین یا چار بیویوں کی صورت میں شوہر پر بیویوں کے درمیان رات گزارنے، رہنے کی جگہ، لباس اور کھانے پینے میں عدل یعنی برابری لازم ہے، اور جب شوہر کو معلوم ہو کہ وہ دو بیویوں میں عدل نہ کر سکے گا تو اسے دوسری شادی کرنا ہی جائز نہیں یونہی تیسری چوتھی شادی۔ عورتوں کے مابین باری مقرر کرنا اور ہر عورت کو اسکا حق دینا شریعت کو اتنا مطلوب ہے کہ شریعت نے شوہر کے بیمار ہونے کی صورت میں بھی عورتوں کے درمیان باری کا لحاظ رکھا، حتی کہ خود حضور علیہ السلام نے اپنی مرضِ وفات میں اپنی عورتوں سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے پاس رہنے کی اجازت طلب فرمائی لہذا مذکورہ صورت میں شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ پہلی بیوی کے پاس کم اور دوسری کے پاس زیادہ راتیں گزارے، ورنہ وہ ظالم، اور گنہگار ہو گا، قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعید ہے، شوہر پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے اور دونوں بیویوں میں برابری کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ ترجمہ: نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (پارہ نمبر4، النساء آیت نمبر3)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

14 شوال المکرم 1444ھ 05 مئی 2023ء

کیا خلع کی صورت میں عورت پر شوہر کو حق مہر واپس کرنا لازمی ہے؟

سوال: مفتی صاحب، جو عورت حق مہر خاوند سے وصول کر چکی ہے، پھر اپنی مرضی سے خلع لے تو کیا اسے حق مہر خاوند کو واپس کرنا پڑے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں اگر خلع، حق مہر کے علاوہ کسی مال پر ہوا تو عورت پر لیا گیا مہر واپس کرنا لازم نہیں، البتہ جتنے مال پر خلع ہوا عورت پر اتنا مال شوہر کو دینا لازم ہے۔ اور اگر خلع ہی حق مہر پر ہوا تو اب عورت لیا ہوا مہر شوہر کو واپس کرے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر عورت کی طرف سے زیادتی نہ ہو تو مرد کو خلع کا عوض لینا مکروہ ہوتا ہے، جبکہ عورت کی طرف سے زیادتی ہو تو مرد کو مہر سے زائد عوض لینا مکروہ ہے۔

ہدایہ شریف میں ہے: إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به۔۔۔ فإذا فعلا ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال یعنی اگر میاں بیوی میں نا اتفاقی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت مال کے بدلے اپنی جان چھوڑائے یعنی خلع لے لے، اور جب دونوں ایسا کر لیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت پر مال دینا لازم ہو گا۔ [الھدایۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع]

بدائع الصنائع میں ہے: فإن كان البدل هو المهر بأن خلعها على المهر فحكمه أن المهر إن كان غير مقبوض أنه يسقط المهر عن الزوج، وتسقط عنه النفقة الماضية، وإن كان مقبوضا فعليها أن ترده على الزوج یعنی اگر خلع میں بدل مہر ہو، اسطرح کہ شوہر نے عورت سے مہر پر خلع کیا تو اگر عورت نے ابھی تک مہر پر قبضہ نہیں کیا تو شوہر سے مہر اور گزشتہ نفقہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر عورت نے مہر پر قبضہ کر لیا تو اب عورت پر لازم ہے کہ مہر شوہر کو واپس کرے۔

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الخلع، ۳/۱۵۱]

بہار شریعت میں ہے: اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اُس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاء جائز ہے۔ (بہار شریعت، خلع کا بیان، ج2)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 شعبان المعظم 1444ھ 03 مارچ 2023ء

کیا طویل جُدائی کے بعد بھی طلاق کی صورت میں عدت ہو گی؟

سوال: میاں بیوی میں ناراضگی کے باعث عرصہ، پانچ دس سالوں سے علیحد گی ہے، اس دوران دونوں کی آپس میں کوئی ملاقات نہیں ہوئی، کیا اب بھی طلاق کی صورت میں عورت پر عدت لازمی ہے؟(محمد رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں عورت پر عدت لازمی ہو گی اگرچہ وہ عرصہ پانچ، دس سال سے شوہر سے جُدا رہی ہو کیونکہ عدت صرف حمل معلوم کرنے کے لیے ہی نہیں ہوتی بلکہ نکاح کے ختم ہونے پر سوگ کے طور پر بھی ہوتی ہے۔لہذا مذکورہ صورت میں بیوی (غیر حاملہ) پر کامل تین حیض عدت گزارنا لازم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍؕ- ترجمہ : اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض تک روکے رکھیں۔(القرآن ، سورۃ البقرۃ ،آیت:228)

در مختار میں ہے : و سبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت أو خلوت "یعنی وجوبِ عدت کا سبب وہ نکاح ہے جس میں بیوی سپرد کر دی گئی ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت یا خلوت ہو۔(الدر المختار شرح تنویر الأبصار ، کتاب الطلاق ، باب العدة ، صفحة ٢٤٥)

فتاوی فقیہ ملت میں ایسے ایک سوال کے جواب میں ہے : "شوہر سے جدائی کتنی ہی طویل مدت کے بعد کیوں نہ ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے کہ وہ صرف حمل معلوم کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ نکاح کے ختم ہونے کا سوگ بھی ہے۔" (فتاوی فقیہ ملت، باب العدۃ، جلد2، صفحہ 65)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

28 رجب المرجب 1444ھ 20 فروری 2023ء

طلاق کے بعد بچے ماں کے پاس رہیں گے یا باپ کے پاس اور کب تک؟

سوال: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اور اسکے چار بچے ہیں جنکی عمر 18 سال، 12 سال اور 8 سال ہے اور ایک بچہ طلاق کے بعد پیدا ہوا، سوال یہ ہے کہ بچے ماں کے پاس رہیں گے یا باپ کے پاس؟ (سائل: امام سجاد احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعا سات سال کی عمر تک لڑکے اور نو سال کی عمر تک لڑکی کی پرورش کا حق ماں نانی وغیرہ کو ہوتا ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں سات سال سے کم عمر بچہ ماں کے پاس رہے گا البتہ آٹھ اور بارہ سال کا نابالغ بچہ باپ یا دادا کے پاس رہے گا اور بالغ سمجھدار بچے کو اختیار ہے جہاں چاہے رہے جبکہ کسی قسم کے فتنہ یا بدنامی کا اندیشہ نہ ہو ورنہ تادیباً باپ دادا کے پاس ہی رہے گا خصوصاً آجکل کے معاشرے میں جب تک مکمل اطمینان حاصل نہ ہو خود مختار نہیں۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے: (ویکون الغلام عندھن حتی یستغنی عنھا بأن یأکل ویشرب ویلبس ویستنجی وحدہ وقدر..الخصاف بسبع سنین وعلیه الفتوی کما فی أکثر الکتب اعتبارا للغالب..... (والجاریة عند الأم أو الجدة حتی تحیض) عند الشیخین...(وعند محمد حتی تشتھی وبه یفتی لفساد الزمان)...فقدرہ أبو اللیث تسع سنین وعلیه الفتوی کما فی التبیین یعنی لڑکا ماں اور نانی وغیرہ کے پاس ہو گا، یہاں تک کہ بچہ اکیلے کھانا، پینا، لباس پہننا اور استنجاء کرنے لگے.... اور امام خصاف علیہ الرحمۃ نے باعتبارِ غالب سات سال کی عمر مقرر فرمائی، اسی پر فتوی ہے...اور لڑکی ماں یا نانی کے پاس شیخین کے نزدیک حیض آنے تک رہے گی اور امام محمد کے نزدیک حد شہوت تک، اور فساد زمان کے پیش نظر اسی قول پر فتوی ہے، یہ عمر ابو لیث نے نو سال مقرر کی، اسی پر فتوی ہے [مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب النکاح، باب الحضانة]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

05 ذیقعدۃ الحرام 1444ھ 26 مئی 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

پانی کی خرید و فروخت

سوال: مفتی صاحب بعض لوگ ٹینکر یا واٹر فلٹر کا کام کرتے ہیں، پانی بیچنے کا کاروبار کرنا کیسا؟ (علی اعجاز حسین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پانی کی خرید و فروخت کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ جب پانی نہر، دریا، کنوئیں، چشمے وغیرہ سے جمع کر کے اپنی ملکیت میں کر لیا جائے تو اسکی خرید و فروخت کرنا جائز ہے، لہذا ٹینکر یا فلٹر والوں کا مملوکہ پانی کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ ابو بکر احمد بن علی الجصاص الحنفی الرازی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: ولا خلاف فی جواز بیع الماء الذی أحرزہ صاحبہ فی إناء یعنی جس پانی کو کوئی شخص برتن وغیرہ میں جمع کر لے اسکی خرید و فروخت کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔[شرح مختصر الطحاوی للجصاص، کتاب أحکام الأرض الموات، ۳/۴۵۵]

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے: (وما أحرز من الماء بحب وکوز ونحوہ لا یؤخذ إلا برضی صاحبہ ولہ) أی لصاحب الماء المحرز (بیعہ) أی بیع الماء لأنہ ملکہ بالإحراز یعنی جو پانی، مٹکا، کوزہ وغیرہ کسی برتن میں جمع کر کے محفوظ کر لیا گیا، اسے مالک کی مرضی کے بغیر نہیں لیا جائے گا اور اس محفوظ پانی کے مالک کے لئے اس پانی کو بیچنا جائز ہے، کیونکہ احراز کرنے کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہو گیا۔ [مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب إحیاء الموات]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

14 رمضان المبارک 1444ء 05 اپریل 2023ھ

قیمت معین کیے بغیر سردیوں والے ریٹ پر گندم بیچنا

سوال: گاؤں میں گندم کے سیزن میں لوگ گندم بیچتے ہیں اور شرط رکھتے ہیں کہ قیمت ہم نے سردیوں والی لینی ہے، بعض اوقات خریدار خود یہ شرط رکھتا ہے، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ (سائل: منیر احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

یہ صورت جائز نہیں کیونکہ بیع کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایجاب و قبول کے وقت ثمن (گندم کی قیمت) معلوم ہو، جبکہ یہاں گندم کا ریٹ معلوم نہیں، لہذا یہ صورت جائز نہیں۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے: وجهالة مقدار الثمن تمنع صحة العقد یعنی مقدار ثمن کی جہالت عقد کے صحیح ہونے کے لیے رکاوٹ ہے۔ [الجوهرة النيرة على مختصر القدوری، کتاب البیوع]

فتاوی ہندیہ میں ہے: ومنها أن يكون المبيع معلوما والثمن معلوما علما يمنع من المنازعة یعنی بیع کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع و ثمن دونوں ایسی معلوم ہوں کہ جھگڑا نہ ہو۔ [مجموعة من المؤلفين، الفتاوى الهندية، كتاب البيوع، ۳/۳]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

14 شوال المکرم 1444ء 05 مئی 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY

AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY

قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز

آن لائن

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی

کوئی چیز قسطوں پر خرید کر بیچنے والے کے والد یا بھائی کو کم قیمت پر بیچنا

سوال: کیا کسی سے قسطوں پر کوئی چیز خرید کر اُسکے والد یا بھائی کو کم قیمت پر نقد بیچنا جائز ہے؟ (سائل: سعید ساقی مجددی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جیسے بائع کے لیے جائز نہیں کہ قیمت پر قبضہ کرنے سے قبل وہی چیز خریدار سے کم قیمت پر خرید لے ایسے ہی بائع کے باپ، بیٹے کا بھی اُس مشتری سے وہی چیز کم قیمت میں خریدنا جائز نہیں، لہذا پوچھی گئی صورت میں قسطیں مکمل ہونے سے قبل کم قیمت پر باپ کو نہیں بیچ سکتے البتہ بھائی کو بیچ سکتے ہیں جبکہ چیز پر قبضہ کر لیا ہو۔

در مختار میں ہے: (و) فسد (شراء ما باع بنفسه أو بوكيله) من الذي اشتراه ولو حكما كوارثه (بالأقل) من قدر الثمن الأول (قبل نقد) كل (الثمن) الأول. صورته: باع شيئا بعشرة ولم يقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم يجز وإن رخص السعر للربا... (وشراء من لا تجوز شهادته له) كابنه وأبيه (كشرائه بنفسه) فلا يجوز أيضا یعنی جو چیز بندے نے خود بیچی یا اس کے وکیل نے بیچی ہو، تو ثمنِ اول مکمل ادا کرنے سے پہلے ان میں کمی کر کے اُسی خریدار سے خریدنا بیع فاسد ہے اگرچہ وہ حکمی طور پر خریدار ہو، جیسا کہ خریدار کے وارث سے خریدنا اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے دس روپے کی کوئی چیز بیچی اور ثمن پر ابھی قبضہ نہیں کیا، پھر اُسی شخص سے پانچ روپے کی خرید لی، تو ایسا کرنا، سود کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ مارکیٹ میں حقیقتاً ہی اس کی قیمت کم ہو گئی ہو.... اور اسکا خریدنا جسکی شہادت اسکے حق میں جائز نہیں، مثلاً اسکا بیٹا، باپ وغیرہ یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے خود خریدا، پس یہ بھی ایسے ہی جائز نہیں۔ [الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، ۵/۷۴]

بہار شریعت میں ہے: بائع کے باپ یا بیٹے یا غلام یا مکاتب نے کم دام میں خریدی تو نا جائز ہے۔

(بہار شریعت، جلد 2، حصہ 11، ص708، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 شعبان المعظم 1444ھ 22 مارچ 2023ء

مفتی حسن رضا قادری صاحب
فقہی مسائل گروپ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

مسلمان مستری، مزدور کا چرچ، مندر وغیرہ تعمیر کرنا کیسا؟

سوال: مفتی صاحب کیا چرچ کی تعمیر میں بطور مسلمان کام کرنا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

کسی مسلمان مستری یا مزدور کے لئے، غیر مسلم کی عبادت گاہ کو تعمیر کرنے میں شرعا کوئی حرج نہیں، اور اسکی آمدن بھی حلال ہے کیونکہ فی نفسہ کسی عمارت کی تعمیر و مرمت کرنا ناجائز و حرام نہیں بلکہ ایک جائز عمل ہے، البتہ مورتی، بت وغیرہ بنانے کی اجازت نہیں، چنانچہ درمختار مع رد المحتار میں ہے: وجاز تعمير كنيسة، قال فی الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل فی الكنيسة ويعمرها لا بأس به لأنه لا معصية فی عين العمل یعنی کنیسہ یہودیوں کی عبادت گاہ کی تعمیر جائز ہے، خانیہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے آپ کو اجرت پر دیا تاکہ وہ کنیسہ یہودی عبادت خانہ میں مزدوری کرے اور اسکی تعمیر کرے تو اس میں حرج نہیں کیونکہ فی نفسہ کام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ [الدر المختار وحاشية ابن عابدين، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، ۶/۳۹۱]

البحر الرائق اور فتاوی ہندیہ میں ہے: ولو استأجر المسلم ليبنی له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر یعنی کسی نے مسلمان کو اجرت پر رکھا تاکہ وہ اسکے لئے عیسائی یا یہودی عبادت خانہ (گرجا گھر) بنائے تو یہ اجارہ جائز ہے اور اُس مسلمان کے لئے اجرت بھی حلال ہو گی۔ [البحر الرائق شرح کنز الدقائق کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 31 مئی 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN-FIQH ACADEMY
قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

مکہ و مدینہ میں ایڈوانس ہوٹل بک کرکے، رمضان وغیرہ میں زائرین کو مہنگے دینا

سوال: مفتی صاحب آج کل لوگ کاروبار کے طور پر مکہ اور مدینہ کے ہوٹل ایڈوانس میں بک کرکے رمضان وغیرہ میں مہنگے داموں زائرین کو دیتے ہے،اس طریقہ سے جگہ کی قلت بھی پیدا ہوتی ہے، کیا حرم کی زمین میں ایسا کرنا درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ہوٹل کرایہ پر لے کر مزید آگے کرایہ پر دینا تب جائز ہوتا ہے جب اس میں پلستر یا پینٹ وغیرہ دیگر کوئی تعمیراتی کام کرایا جائے ورنہ زیادہ کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ اور جواز کی صورت میں اخلاقی طور پر تاجروں کو زائرین کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہیے۔

البتہ شریعت نے نفع کی مقدار مقرر کیے بغیر تجارت کو حلال فرمایا، اور مقدارِ نفع کو عاقدین (بائع و مشتری وغیرہ) کی مرضی پر چھوڑا، لہذا مالک اپنی چیز بغیر دھوکہ فراڈ کے جتنے کی چاہے بیچے یا کرایہ پر دے، خریدار یا کرایہ دار چاہے تو اتنے کی لے لے یا چھوڑ دے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اگر تاجر بہت زیادہ نفع مقرر کریں جس سے عوام مشقت میں پڑ جائے تو حکومت کو اختیار ہے کہ ایک مناسب نفع مقرر کر کہ عوام کو مشقت سے بچائیں، اور اس صورت میں تاجروں کا حکومت کی طرف سے مقررہ نفع سے زیادہ میں چیز بیچنا درست نہیں۔

بحر الرائق میں جوہرہ کے حوالے سے ہے: وفي الجوهرة المستأجر إذا أجر بأكثر مما استأجر تصدق بالفضل إلا إذا أصلح فيها شيئا أو أجرها بخلاف جنس ما استأجر یعنی جوہرہ میں ہے، اگر کرایہ دار نے جتنے کرایہ پر چیز لی اس سے زائد آگے کرایہ پر دی تو یہ اضافہ صدقہ کر دے، مگر یہ کہ اس (مکان، دکان وغیرہ) میں کچھ درستگی وغیرہ کرے یا جس کرایہ پر اس نے لی تھی اس کے خلاف کسی دوسری جنس پر آگے دے (تو اب اضافہ جائز ہے) [البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الإجارۃ، باب ما یجوز من الإجارۃ، ۷/۳۰۴]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

21 شعبان المعظم 1444ھ 14 مارچ 2023ء

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ — وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY
قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

اپنی جگہ کرایہ پر دینے کی ایک ناجائز صورت

سوال: مفتی صاحب میرا دوست مجھے کاروبار کے لئے اپنی دوکان کے آگے کی جگہ کرائے پر دے رہا ہے اور طے یہ ہوا کہ جو میرا سامان فروخت ہو گا، اس میں نفع ہو یا نقصان تمام فروخت شدہ مال کا دس فیصد ہر مہینے کرایا کی صورت میں ادا کرنا ہو گا؟ (سائل: محمد مسرور احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر وہ جگہ آپ کے دوست کی ذاتی ہے تو کرایہ پر دے سکتا ہے، لیکن سوال میں کرایہ طے کرنے کے متعلق جو صورت بیان کی گئی، اس میں کرایہ کے مجہول ہونے کے سبب یہ معاہدہ جائز نہیں، کیونکہ معلوم نہیں ہر ماہ کتنا سامان فروخت ہو گا جسکا دس فیصد نکالا جاسکے، لہذا اس عقد کو ختم کرکے ماہانہ مخصوص رقم مثلاً دس ہزار کرایہ طے کر لیا جائے تو درست ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: عن أبي هريرة، وأبي سعيد، قالا: «من استأجر أجيرا، فليعلمه أجره» یعنی حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جو بھی اجیر رکھے اسے چاہیے کہ اجیر کو اسکی اجرت بتادے۔ [مصنف ابن أبي شيبة، کتاب البیوع والآقضیہ، ۳۶۶/۴]

ہدایہ شریف میں اجارہ کے متعلق ہے: ولا تصح حتى تكون المنافع معلومة، والأجرة معلومة یعنی منافع اور اجرت معلوم نہ ہو تو اجارہ صحیح نہیں۔ [الهداية في شرح بداية المبتدي، کتاب الإجارات، ۲۳۰/۳]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

11 شعبان المعظم 1444ھ 04 مارچ 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267
مفتی ابو الحسن رضا قادری صاحب — فقہی مسائل گروپ

کیا قرض دے کر مقروض سے فلاحی کام کی نیت سے اضافی پیسے واپس لے سکتے ہیں؟

سوال: مفتی صاحب یہ جو اخوت والے کہتے ہیں کہ ہم بلا سود قرض دیتے ہیں، البتہ واپسی ہر ماہ کی قسط کے ساتھ 100 روپے مسجد یا فلاحی کام کے لیے لیتے ہیں، کیا یہ اوپر کے 100 روپے دینے جائز ہے؟ (معید اقدار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ معاملہ خالص سودی ہے، کیونکہ قرض دے کر ہر ماہ جو زائد 100 روپیہ لینے کا معاہدہ طے ہوا اگرچہ مسجد یا اپنے کسی فلاحی کام کے لیے یہ قرض کی وجہ سے ہی ہے، ورنہ قرض نہ ملے جبکہ شرعا قرض کی بنا پر کسی قسم کا بھی مشروط نفع لینا سود ہے جو کہ حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: ”اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا“ ترجمہ: اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ (سورۃ البقرہ، آیت 275)

کنز العمال شریف میں حدیث مبارکہ ہے: " کل قرض جر منفعة فهو ربا " یعنی جو قرض کوئی نفع لائے وہ سود ہے۔ (کنز العمال، الکتاب الثانی، الباب الثانی)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: کل قرض جر نفعا حرام ای اذا کان مشروطا " یعنی ہر وہ قرض جو مشروط نفع لائے حرام ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب القرض)

فتاوی رضویہ میں ہے: بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقا سود و حرام ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج 25، ص 223)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY
قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

سودی رقم کا مصرف

سوال: مفتی صاحب سود کے پیسوں کا مصرف کیا ہے؟ (سائل: میاں عبد الرؤف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

سود لینا دینا ناجائز و حرام ہے، البتہ اگر کسی کے پاس سودی رقم ہو تو اس کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس نے جن سے سودی رقم لی انہیں واپس کرے وہ نہ ہوں تو ان کے وارثوں کو، وہ بھی نہ ملیں تو کسی شرعی فقیر پر صدقہ کر دے، نیز ایسا مال مالک وورثاء وغیرہ کو دیے بغیر ابتداء صدقہ کرنے کا بھی اختیار ہے البتہ بہتر یہی ہے کہ اصل مالک یا ورثاء تک پہنچائے، چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے: ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه یعنی خبیث کمائی کو ان کے مالکوں کو لوٹائیں گے اگر ان کو جانتے ہیں ورنہ اس مال کو صدقہ کریں گے کیونکہ خبیث کمائی جب مالک کو لوٹانا مشکل ہو تو اسے صدقہ کرنے کا حکم ہے۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج6، ص27)

فتاوی رضویہ شریف میں ہے: زر حرام والے کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جس سے لیا اسے واپس دے وہ نہ رہا اس کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو فقراء پر تصدق کرے یہ تصدق بطور تبرع واحسان وخیرات نہیں بلکہ اس لیے کہ مال خبیث میں اسے تصرف حرام ہے اور اس کا پتا نہیں جسے واپس دیا جاتا لہذا دفع خبث وتکمیل توبہ کے لئے فقراء کو دینا ضرور ہوا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 7، ص 352، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک اور مقام پر ہے: یہاں (سود وغیرہ عقود فاسدہ میں) جس سے لیا بالخصوص انہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ اسے واپس دے خواہ ابتداء تصدق کرے.... ہاں جس سے لیا انہیں یا ان کے ورثاء کو دینا یہاں بھی اولیٰ ہے، کما نص علیہ فی الغنیہ والخیریہ والھندیہ وغیرھا (فتاوی رضویہ، ج 23، ص 551-552)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ھ 30 اپریل 2023ء

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY
قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

ٹانگ ٹوٹنے سے جانور لنگڑا ہو جائے تو قربانی کا حکم

سوال: مفتی صاحب ہم بازار سے ایک بکرا لائے، وہ لنگڑا ہے شاید اُسکی اگلی ٹانگ کندھے سے ٹوٹ گئی تھی لیکن اُسے چلنے پھرنے میں کوئی دقّت نہیں، اچھلتا کودتا ہے، بس لنگڑا پن ظاہر ہے کیا اُسکی قربانی کرسکتے ہیں؟ (سائل: محمد رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اس صورت میں قربانی ہو جائے گی کیونکہ جو لنگڑا جانور خود چل سکے اُس کی قربانی جائز ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ بالکل بے عیب جانور قربان کیا جائے۔ سنن ابن ماجہ شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے: أربع لا تجزئ فی الأضاحی: العوراء البین عورها، والمریضة البین مرضها، والعرجاء البین ظلعها، والكسیرة التی لا تنقی یعنی چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں، ایسا کانا جسکا کانا پن ظاہر ہو، ایسا مریض جسکا مرض واضح ہو، ایسا لنگڑا جسکا لنگڑا پن ظاہر ہو اور ایسا لاغر جسکہ ہڈیوں میں بھیجا نہ ہو۔[سنن ابن ماجہ، ابواب الأضاحی، باب ما یکرہ أن یضحی بہ]

المحیط البرہانی میں ہے: العرجاء إذا كانت تمشی فلا بأس بها، وإذا كانت لا تقوم، ولا تمشی لا یجوز وهو المراد من العرجاء البین عرجها المذكور فی الحدیث یعنی وہ لنگڑا جو چلتا ہو اُسکی قربانی میں کوئی حرج نہیں، اور جو نہ کھڑا ہو سکے نہ چل سکے اُسکی قربانی جائز نہیں، اور حدیث میں مذکور لنگڑے جانور سے یہی مراد ہے۔

[المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، کتاب الأضحیة، الفصل الخامس، ۹۲/۶]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 31 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ
AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY
AL RAZA QURAN O FIQH ACADEMY
قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

والدین کے کہنے پر اُوجھڑی کھانا

سوال: مفتی صاحب ہمارے گھر والے منع کرنے کے باوجود اُوجھڑی پکاتے ہیں، اگر میں نہیں کھاتا تو امی ابو ناراض ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں کوئی گنجائش ہے؟ (سائل: بلال آسی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

اوجھڑی کھانا شرعاجائز نہیں اور ناجائز و ممنوع عمل میں والدین کی بات ماننا بھی جائز نہیں، لہذا والدین کو پیار محبت سے سمجھایا جائے نہ کہ اس کام میں اُن کی اطاعت کی جائے، چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے: قال لا طاعة فی معصیة اللہ انما الطاعة فی المعروف یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، کسی کی اطاعت تو نیکی میں ہے۔(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء، حدیث 1840)

اوجھڑی کھانے کے متعلق فتاوی فیض رسول میں ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ویحرم علیھم الخبئث یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خبائث یعنی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے۔ اور خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں اور انھیں گندی جانیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اما الدم فحرام بالنص و اکرہ الباقیة مما لانھا مما تستخبثھا الانفس قال تعالیٰ ویحرم علیھم الخبئث اس سے معلوم ہوا کہ حیوان ماکول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث پر ہے اور حدیث میں مثانہ کی کراہت منصوص ہے اور بیشک اوجھڑی اور آنتیں مثانہ سے خباثت میں زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں۔ (فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الذبح، ج2، ص433)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

28 رمضان المبارک 1444ء 19 اپریل 2023ھ

فقہی مسائل گروپ
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

حلال جانور کے کپورے کھانا

سوال: مفتی صاحب کیا بکرے یا بیل کے کپورے کھانا جائز ہے؟ (سائل: رانا رانا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کپورے کھانا مکروہِ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے۔ حضور علیہ السلام انہیں مکروہ جانتے تھے، چنانچہ بیہقی شریف میں امام مجاہد سے روایت ہے: قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره من الشاة سبعا: الدم والمرار والذكر والأنثيين والحيا والغدة والمثانة یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ قرار دیتے تھے: خون، پتہ، ذکر، کپورے، شرمگاہ، غدود اور مثانہ۔

[السنن الکبری للبیہقی، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الشاۃ، حدیث 19700، ۱۰/۱۲]

بدائع الصنائع میں ہے: فالذي يحرم أكله منه سبعة: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة، لقوله عز شأنه {ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث} وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة وروى عن مجاهد أنه قال: كره رسول الله صلى الله عليه وسلم من الشاة الذكر والأنثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم فالمراد منه كراهة التحريم یعنی حلال جانور کے جن سات اعضاء کو کھانا، حرام ہے، وہ سات ہیں: بہنے والا خون، ذَکر، کپورے، شرمگاہ، غدود، مثانہ اور پتہ. اللہ عزوجل کے اس فرمان کی وجہ سے کہ یہ نبی ان پر پاک چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں، اور یہ ساتوں ایسی چیزیں ہیں جن سے پاک صاف طبیعتیں گھن کھاتی ہیں، لہذا یہ حرام ہیں، اور امام مجاہد سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام بکری سے ذکر، کپورے، شرمگاہ، غدود، پتہ، مثانہ اور خون کو مکروہ جانتے، پس یہاں کراہت سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب التضحیۃ]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 شوال المکرم 1444ء 28 اپریل 2023ھ

حلال جانور کا مغز، سری پائے کھال کھانے کا حکم

سوال: مفتی صاحب حلال جانور کا مغز اور سری پائے کھانے کا شرعی حکم کیا ہے یونہی جانور کی جلد پر جو بال رہ جاتے ہیں انکو کھانے کا حکم بھی بیان فرمادیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ذبح شرعی کے بعد حلال جانور کے سری پائے، مغز، کھال اور کھال پر رہ جانے والے بال کھانا جائز ہے، چنانچہ در مختار میں ہے: إذا ما ذكيت شاة فكلها سوى سبع ففيهن الوبال یعنی جب بکری ذبح کی جائے تو سات اجزاء (خون، شرمگاہ، کپورے، غدود، ذکر، پتہ اور مثانہ) جن میں وبال ہے ان کے علاوہ سب اجزاء کو کھاؤ۔ (الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الخنثى، مسائل شتى، 759/6)

فتاوی رضویہ میں ہے: مذبوح حلال جانور کی کھال بے شک حلال ہے، شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں، اگرچہ گائے بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ (فتاوی رضویہ، ج 20، ص 233، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ، سری پائے، کھال سمیت کھانے کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: حلال جانوروں کی کھال حلال ہے اور بال وغیرہ صاف کرنے کے بعد اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

(وقار الفتاوی، ج 01، ص 214، بزم وقار الدین)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

12 شوال المکرم 1444ء 03 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

شوقیہ طور پر شکار کرنا

سوال: مفتی صاحب اسلام میں شکار کا کیا حکم ہے، کیا کھیل کے طور پر شکار کرنا جائز ہے؟ (سائل: ملک رمیز طاہر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

محض شوقیہ طور پر بطور تفریح شکار کرنا ناجائز و حرام ہے، البتہ غذا، دوا، تجارت یا کسی جانور کی اذیت سے بچنے کے لیے ہو تو جائز ہے، چنانچہ المستدرک للحاکم میں ہے: قال: ما من إنسان يقتل عصفورا فما فوقها بغير حقها إلا سأله الله عزوجل عنها يوم القيامة قيل: يا رسول الله، وما حقها قال: حقها أن يذبحها فيأكلها ولا يقطع رأسها فيرمي به یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے جانور کو ناحق قتل کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اس کے بارے میں پوچھے گا۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے ذبح کر کے کھائے۔ اس کا سر کاٹ کر نہ پھینک دے۔

[المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب الذبائح، 7574، ۴/۲۶۱]

بدائع الصنائع میں ہے کہ: فيباح اصطياد ما في البحر والبر مما يحل أكله وما لا يحل أكله، غير أن ما يحل أكله يكون اصطياده للانتفاع بلحمه وما لا يحل أكله يكون اصطياده للانتفاع بجلده وشعره وعظمه أو لدفع أذيته یعنی سمندر اور زمین میں جو جانور ہیں ان کا شکار کرنا جائز ہے ان جانوروں کا جن کا کھانا جائز ہے اور ان کا بھی جن کا کھانا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جن کو کھانے کی اجازت ہے وہ اس کے گوشت سے فائدہ اٹھانے کے لئے شکار کرنا ہے۔ اور جس کو کھانا جائز نہیں ہے وہ اس کی کھال، بالوں اور ہڈیوں سے فائدہ اٹھانے یا اس کے نقصان کو ختم کرنے کے لئے شکار کرنا ہے۔ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الاصطياد)

فتاوی رضویہ میں ہے: شِکار اگر غِذا یا دَوا یا دَفعِ ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے اور جو تفریح کے لئے ہو جس طرح آج کل رائج ہے اور اسی لئے اسے شکار کھیلنا کہتے اور کھیل سمجھتے ہیں۔۔ یہ مطلقاً حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج20، ص343)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

19 ذیقعدة الحرام 1444ء 09 جون 2023ھ

شوہر کے کہنے پر عورت کا سر کے بال کاٹنا

سوال: مفتی صاحب کیا عورت شوہر کے کہنے پر سر کے بال کٹوا سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا سر کے بال کندھوں کے برابر یا اس سے اوپر کاٹنا مردوں سے مشابہت کے سبب ناجائز و حرام ہے، اور اس کام میں شوہر کی اطاعت بھی جائز نہیں، البتہ کسی بیماری کے سبب شوہر کی اجازت و بے اجازت دونوں صورتوں میں بقدر ضرورت کاٹ سکتی ہے، یونہی بال بہت لمبے ہونے کی صورت میں اسقدر کاٹنے کی بھی اجازت ہے جس سے مردوں کے ساتھ یا بطور فیشن کسی فاسقہ عورت کے ساتھ مشابہت نہ ہو جیسے عموماً عورتیں بالوں کے کنارے کاٹ کر برابر کرتی ہیں، چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے: قال لا طاعة في معصية الله انما الطاعة في المعروف یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، کسی کی اطاعت تو نیکی میں ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء، حدیث 1840)

بحر الرائق میں ہے: وإذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن كان لوجع أصابها فلا بأس به وإن حلقت تشبه الرجال فهو مكروه یعنی جب عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے، اگر کسی پہنچنے والے درد کی وجہ سے کاٹے تو کوئی حرج نہیں اور اگر مردوں سے مشابہت کی وجہ سے کاٹے تو مکروہ ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الکراھیۃ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 رمضان المبارک 1444ھ 31 مارچ 2023ء

مفتی محمد قاسم عطاری صاحب فقہی مسائل گروپ
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

چاند رات کو عورت کا غیر محرم سے چوڑیاں پہننا اور مہندی لگوانا؟

سوال: مفتی صاحب چاند رات کو جو عورتیں غیر محرموں سے چوڑیاں پہناتی ہیں یا مہندی لگواتی ہیں کیا یہ جائز ہے، حدیث مبارکہ میں اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ (سائل: الیاس درانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کا کسی نا محرم سے مرد سے چوڑیاں پہننا یا مہندی لگوانا ناجائز و حرام ہے کیونکہ اس میں عورت کے ہاتھ کو چھونا پڑتا ہے جبکہ نامحرم عورت کو چھونے کے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لأن یطعن فی رأس أحدکم بمخیط من حدید خیر له من أن یمس امرأة لا تحل له یعنی تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کا سُوا (بڑی سوئی) چُبھو دیا جائے، یہ اِس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ نامحرم خاتون کو چھوئے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد 20، صفحہ 211، مطبوعہ قاھرہ)

جمع الجوامع میں ہے: لأن یکون فی رأس رجل مشط من حدید حتی یبلغ العظم خیر من أن تمسه امرأة لیست له بمحرم یعنی کسی شخص کے سر میں لوہے کی کنگھی پھیری جائے، حتی کہ وہ اُس کا گوشت چیرتی ہوئی ہڈی تک پہنچ جائے، یہ اِس سے بہتر ہے کہ کوئی ایسی عورت اُس مرد کو چھوئے جو اُس کی محرم نہ ہو۔

(جمع الجوامع، جلد 6، صفحہ 546، مطبوعہ دار السعادۃ، الازھر الشریف)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 رمضان المبارک 1444ء 20 اپریل 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

لڑکی کا نام بسم اللہ رکھنا

سوال: مفتی صاحب کیا لڑکی کا نام بسم اللہ رکھ سکتے ہیں؟ (سائل: بلال اکرم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

"بسم اللہ" کوئی نام نہیں، بلکہ یہ پورا ایک جملہ ہے جسکا مطلب ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔لہذا بہتر ہے اپنی بچیوں کے نام صحابیات و ازواج مطہرات کے نام پر رکھیں تاکہ ان کے ناموں کی برکات نصیب ہوں، ایسا نام نہ رکھا جائے جو قرآن و حدیث اور مسلمانوں میں استعمال نہ ہو۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:إنكم تُدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسم آبائكم فحسنوا أسماءكم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے نام سے بلائے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الآدب، باب فی تغییر الاسماء)

بہار شریعت میں ہے: ایسا نام رکھنا جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں آیا ہو نہ حدیثوں میں ہو نہ مسلمانوں میں ایسا نام مستعمل ہو، اس میں علما کو اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ نہ رکھے۔

(بہار شریعت، حصہ 16، صفحہ 603، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

عزل کرنے کا شرعی حکم

سوال: مفتی صاحب عزل کرنے کے متعلق شرعی حکم بیان فرمادیں، کیا یہ جائز ہے؟ (سائل: ملک احمد علی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

بیوی کی رضامندی کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ، عزل کے متعلق صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: كنا نعزل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبلغ ذلك نبي الله صلى الله عليه وسلم، فلم ينهنا یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عزل کرتے تھے پس یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور علیہ السلام نے ہم کو منع نہ فرمایا۔

[صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، ۲/۱۰۶۵]

اس حدیثِ پاک کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: قال ابن الهمام: العزل جائز عند عامة العلماء، وكرهه قوم من الصحابة وغيرهم، والصحيح الجواز یعنی عام علماء کرام کے نزدیک عزل جائز ہے، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور انکے علاوہ ایک جماعت نے اسکو مکروہ جانا، اور صحیح یہ ہے کہ عزل جائز ہے۔

[مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، ۵/۲۰۹۰]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا اور باہر منی نکالنا تاکہ حمل قائم نہ ہو لونڈی میں تو بہر حال جائز ہے اور اپنی آزاد منکوحہ عورت میں بیوی کی اجازت سے جائز ہے بلا اجازت مکروہ ہے یہ ہی عام علماء و عام صحابہ کا مذہب ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج5 حدیث نمبر:3184)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 شوال المکرم 1444ھ 28 اپریل 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

عید کی مبارکباد دینا

سوال: مفتی صاحب آج کل بعض لوگ عید کی مبارک باد دینے سے منع کرتے ہیں اور اسکو بدعت کہتے ہیں، کیا عید کی مبارک باد دینا جائز ہے؟ (سائل: سلمان رضا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عید کی مبارک باد دینا در حقیقت اسکے بابرکت ہونے کی دعا دینا ہے جو کہ جائز و مستحب ہے اور اسکو بدعت و ناجائز کہنے پر شرعا کوئی دلیل نہیں۔

در مختار میں ہے: وندب إظهار البشاشة ۔۔ والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تنكر یعنی عید والے دن چہرے سے خوشی ظاہر کرنا... اور تقبل اللہ منا و منکم کے الفاظ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دینا مستحب ہے اسکا انکار نہ کیا جائے۔

اسکے تحت فتاوی شامی میں ہے: وقال المحقق ابن أمیرحاج: بل الأشبه أنها جائزة مستحبة فی الجملة ۔۔ ثم قال: والمتعامل فی البلاد الشامیة والمصریة عید مبارك علیك ونحوه وقال یمکن أن یلحق بذلك فی المشروعیة والاستحباب لما بینهما من التلازم فإن من قبلت طاعته فی زمان کان ذلك الزمان علیه مبارکا علی أنه قد ورد الدعاء بالبرکة فی أمور شتی فیؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا أیضا یعنی محقق ابن امیر حاج علیہ الرحمۃ نے فرمایا فی الجملہ مبارکباد دینا جائز و مستحب ہے... اور شام و مصر کے علاقوں میں عید مبارک علیک جیسے الفاظ بھی رائج ہیں، آپ کہتے ہیں الفاظ کو کہنا بھی مشروع و مستحب ہے کہ یہ الفاظ اور تقبل اللہ منا و منکم تقریبا ایک ہی طرح ہیں کیونکہ جس زمانے میں کسی کی عبادت قبول ہو وہ زمانہ اس پر برکت والا ہوتا ہے، اور کئی روایات میں مختلف معاملات پر برکت کی دعا دینا ثابت ہے، پس ایسے ہی یہاں پر بھی برکت کی دعا دینا مستحب ہوگا۔

[الدر المختار و حاشیة ابن عابدین (رد المحتار)، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ۲/۱۶۹]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

29 رمضان المبارک 1444ء 20 اپریل 2023ھ

عیدی مانگنا کیسا؟

سوال: مفتی صاحب کیا کسی سے مانگ کر عیدی لینا درست ہے، بعض لوگ پیچھے لگ جاتے ہیں اور جب تک اُنہیں عیدی نہ دی جائے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے، اس پر شرعی رہنمائی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

عیدی کی حیثیت تحفہ کی سی ہے، تحفہ دینے والے کی مرضی دے نہ دے، مانگ مانگ کر کسی کو مجبور کر کے عیدی لینے کی شرعاً اجازت نہیں، حدیث مبارکہ میں بلاوجہ کسی سے مانگنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے: عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سأل الناس أموالهم تكثرا، فإنما يسأل جمرا فليستقل أو ليستكثر یعنی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لیے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے اب چاہے کم کرے یا زیادہ۔ [صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس، 2/720]

صحیح بخاری شریف میں ہے: قال النبی صلى الله عليه وسلم: ما يزال الرجل يسأل الناس، حتى يأتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم یعنی آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت والے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہو گا۔ [صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب من سئل الناس تکثرا، ۲/۱۲۳]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

28 رمضان المبارک 1444ء 19 اپریل 2023ھ

کبوتر سے کالے یرقان کا علاج

سوال: مفتی صاحب کالے یرقان کے علاج کیلئے جنگلی کبوتر کا استعمال کرنا کیسا اسکی وجہ سے کبوتر کی موت واقع ہو جاتی ہے۔
اس میں کبوتر کا پچھلا مقام مریض کی ناف پر رکھتے ہیں جس سے تین چار منٹ میں کبوتر مر جاتا ہے　(سائل: عبد المتین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مذکورہ بالا تجویز کردہ طریقہ علاج اگر واقعی مجرب ہو تو اس کی اجازت ہے، کیونکہ جانور انسان کے منافع و ضرورتوں کے لئے پیدا کیے گئے ہیں اور انسانی صحت کی حفاظت و علاج بھی اسکی منفعت و ضرورت ہے۔ لہٰذا اس میں شرعا کوئی حرج نہیں، کہ جس طرح کبوتر کو کھانے کے لئے ذبح کرنا جائز ہے، اسی طرح اپنے علاج کے نفع کے لئے ایسا طریقہ اپنانا جس میں کبوتر کا مر جانا مظنون ہو جائز ہے اور دوا کے لئے اسے مارنا بھی جائز ہے۔

قرآن پاک میں ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔(القرآن، البقرۃ، آیت 29)

اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: یعنی کانیں، سبزے، جانور، دریا، پہاڑ جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ نے تمھارے دینی و دنیوی نفع کے لئے بنائے۔ دینی نفع اس طرح کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمھیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت ہو اور دنیوی منافع یہ کہ کھاؤ، پیو، آرام کرو، اپنے کاموں میں لاؤ تو ان نعمتوں کے باوجود تم کس طرح کفر کرو گے؟ مسئلہ: کرخی و ابو بکر رازی وغیرہ نے خلق لکم کو قابل انتفاع اشیاء کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، پارہ 1، سورۃ البقرۃ، تحت الایۃ 29)

فتاوی رضویہ میں ہے: کسی جانور کا شکار اگر غذا یا دوا یا دفع ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج20، ص343، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی
12 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 02 جون 2023ھ

نقصان پہنچانے والی بلی کو مارنا

سوال: مفتی صاحب بلی اگر نقصان کرے، پرندوں، کبوتروں وغیرہ کا کھا جائے تو کیا اُسے مارنا جائز ہے؟
(سائل: ملک منیر احمد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

بلی اگر نقصان پہنچانے والی ہو تو اس کو مارنا شرعا جائز ہے، لیکن جہاں بلی یا دیگر جن جانوروں کو موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنے کی اجازت ہے وہاں یہ بھی لازم ہے کہ انکو تیز دھار ہتھیار، چھری وغیرہ سے جلدی ذبح کر دیا جائے تاکہ انہیں تکلیف کم سے کم ہو، کسی جانور کو تڑپا تڑپا کر یا بھوکا پیاسا رکھ کر مارنا جائز نہیں۔

المحیط البرہانی، البحر الرائق و فتاوی ہندیہ میں ہے: وفي «فتاوى أهل سمرقند»: الهرة إذا كانت مؤذية لا تضرب، ولا تفرك أذنها ولكنها تذبح بسكين حاد یعنی فتاوی اہل سمرقند میں ہے جب بلی تکلیف دینے والی ہو تو اسکو مارا نہ جائے گا اور نہ ہی اسکے کان کھینچے جائیں گے البتہ تیز چھری سے اسکو ذبح کیا جائے گا۔[المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الإستحسان والكراهية، الفصل الثالث والعشرون، ۵/۳۸۱]

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 شوال المکرم 1444ء 30 اپریل 2023ھ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY

قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

جس بچے کا ختنہ پیدائشی ہو اُسکا حکم

سوال: مفتی صاحب جس بچے کا ختنہ پیدائشی طور پر ہوا ہو کیا اُسکا ختنہ دوبارہ کریں گے؟ (سائل: کلیم اللہ چشتی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر پیدائشی طور پر بچے کی وہ کھال ہی نہ ہو جو ختنہ میں کاٹی جاتی ہے تو ختنہ کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر اتنی کھال ہو جسے کھینچ کر بغیر شدید درد کے کاٹا جاسکتا ہے تو اُسے کاٹ دیں ورنہ نہیں۔

در مختار میں ہے: صبی حشفتہ ظاھرۃ بحیث لو رآہ إنسان ظنہ مختونا ولا تقطع جلدۃ ذکرہ إلا بتشدید ألمہ ترک علی حالہ یعنی جس بچے کا حشفہ ظاہر ہو کہ دیکھنے والا اُسے ختنہ شدہ سمجھے اور اُسکی جلد کو نہ کاٹا جا سکے مگر شدید درد کے ساتھ تو اُسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا۔

[الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار)، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۷۵۱/۶]

بہار شریعت میں ہے: بچہ پیدا ہی ایسا ہوا کہ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے وہ اس میں نہیں ہے تو ختنہ کی حاجت نہیں اور اگر کچھ کھال ہے جس کو کھینچا جاسکتا ہے مگر اسے سخت تکلیف ہوگی اور حشفہ (سپاری) ظاہر ہے تو حجاموں کو دکھایا جائے، اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں ہو سکتی تو چھوڑ دیا جائے۔ بچہ کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دی جائے۔

(بہار شریعت، ختنہ کا بیان، حصہ 16)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

10 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 31 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

بوڑھے شخص کا زیر ناف بال کسی سے صاف کرانا

سوال: مفتی صاحب میرے دادا جان کی عمر 100 سال سے زائد ہے، وہ بستر پر ہیں، کیا ہم انکے زیرِ ناف بال صاف کر سکتے ہیں؟ (سائل: عبد الحسیب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

جب کوئی شخص اپنے زیرِ ناف بال خود صاف نہ کر سکتا ہو، بیوی بھی نہ ہو، بال صاف نہ کرنے پر گھن یا الجھن ہو رہی ہو تو مجبوراً کسی دوسرے کو ضرورتاً، ستر دیکھے بغیر ہاتھ پر کوئی کپڑا یا پلاسٹک وغیرہ چڑھا کر اسکے زیر ناف بال صاف کرنے کی اجازت ہے۔

المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی میں ہے :قال محمد بن مقاتل الرازي: لا بأس بأن يتولى صاحب الحمام عورة إنسان بيده عند التنوير إذا كان يغض بصره كما أنه لا بأس به إذا كان يداوي جرحا أو قرحا، قال الفقيه: وهذا في حالة الضرورة لا في غيرها؛ لأن كل موضع لا يجوز النظر إليه لا يجوز مسه، إلا من فوق الثياب، وينبغي لكل أحد أن يتولى عانته بيده إذا تنور یعنی محمد بن مقاتل رازی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ حمام والا کسی شخص کی شرمگاہ پر بال صفا پاوڈر اپنے ہاتھ سے لگائے جبکہ اپنی آنکھوں کو بند کر لے جیسا کہ جب کسی زخم یا پھوڑے کا علاج کرنا ہو تو اس صورت میں شرمگاہ کو چھونا جائز ہو جاتا ہے، فقیہ ابو اللیث علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اور یہ ضرورت کی حالت میں ہے بغیر ضرورت کے اجازت نہیں، کیونکہ ہر وہ جگہ جسکی طرف نظر جائز نہیں اسکو چھونا بھی جائز نہیں مگر کپڑے کے اوپر سے، اور ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی زیر ناف پر اپنے ہاتھ سے بال صفا پاوڈر لگائے۔[المحیط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الإستحسان، والكراهية، 5/337]

فتاوی ہندیہ میں ہے : حلق عانته بيده وحلق الحجام جائز إن غض بصره كذا في التتارخانية یعنی اپنے ہاتھ سے موئے زیر ناف صاف کرنا یا حجام کا صاف کرنا جائز ہے جبکہ اسکی نظر بند ہو۔[کتاب الكراهية، الباب التاسع عشر]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

07 شوال المکرم 1444ء 28 اپریل 2023ھ

کارٹون بنانا کیسا؟

سوال: میں نے سنا ہے کہ کارٹون بنانے سے گناہ ملتا ہے، کیا کارٹون بنانا جائز ہے؟ (محمد عبد اللہ عطاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پرنٹ شدہ کارٹون اگر ذی روح کی حکایت نہ کرتا ہو تو جائز ہے جیسے بس کے آگے آنکھ لگادی کہ اس طرح کی کوئی جاندار مخلوق دنیا میں نہیں پائی جاتی لہٰذا یہ خیالی مخلوق کا کارٹون ہے جو تصویر کے حکم میں نہیں آتا تو ایسے کارٹون کی تصاویر بنانا انکا پرنٹ نکالنا جائز ہے، البتہ کسی شخص یا جانور وغیرہ کا ایسا کارٹون بنانا جو ذی روح کی حکایت کرے جائز نہیں۔ بیان کیا گیا حکم پرنٹ کا ہے. جبکہ ویڈیو تو ایسے کارٹونز کی بھی درست ہے جو زندہ کی حکایت کریں بشرطیکہ جائز امور پر مشتمل ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: تصویر کسی طرح استیعاب مابہ الحیاۃ نہیں ہو سکتی فقط فرق حکایت و فہم ناظر کا ہے اگر اس کی حکایت محکی عنہ میں حیات کا پتہ دے یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا ذوالتصویر زندہ کو دیکھ رہا ہے تو وہ تصویر ذی روح کی ہے اور اگر حکایت حیات نہ کرے ناظر اس کے ملاحظہ سے جانے کہ یہ حی کی صورت نہیں میت و بے روح کی ہے تو وہ تصویر غیر ذی روح کی ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج24، ص587)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

16 شعبان المعظم 1444ھ 09 مارچ 2023ء

مفتی انس رضا قادری صاحب
فقہی مسائل گروپ
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN- -FIQH ACADEMY

قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز

آن لائن
الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی

سوہنی دھرتی ایپ سے فائدہ اُٹھانے کا شرعی حکم

سوال: مفتی صاحب سوہنی دھرتی ایپ سے جو رقم ملتی ہے اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟ (سائل: نصیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہماری معلومات کے مطابق اس ایپ سے نفع اُٹھانا شرعا جائز ہے، مختصر وضاحت یہ ہے کہ حکومتِ پاکستان کی جانب سے، بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے لیئے ایک اسکیم "(SDRP)سوہنی دھرتی ریمیٹنس پروگرام" متعارف کرائی گئی ہے۔اس اسکیم سے بیرون ملک مقیم وہ پاکستانی مستفید ہوتے ہیں جو بینک وغیرہ کے ذریعے اپنی رقم پاکستان بھیج کر مطلوبہ معلومات ایپ میں انٹر کرتے ہیں۔

معلومات درست ہونے پر رقم بھیجنے والے شخص کو حکومت پاکستان کی طرف سے مخصوص فیصد کے اعتبار سے بطور انعام مخصوص پوائنٹ دیے جاتے ہیں جو اس ایپ میں ظاہر ہو جاتے ہیں، مثلاً 50000 بھیجنے پر حکومت کی جانب سے بطورِ انعام5000 پوائنٹ ملیں گے۔ یہ پوائنٹ مالیت میں پاکستانی روپے کے برابر ہوتے ہیں یعنی 5000 پوائنٹ، پاکستانی 5000 کے برابر۔اوران پوائنٹ کے بدلے متعدد سرکاری اداروں سے مفت سہولت حاصل کی جا سکتی ہیں مثلاً PIA کا ٹکٹ، نادرہ، پاسپورٹ وغیرہ کی فیس، یوٹیلیٹی سٹور سے خریداری وغیرہ (یعنی اگر آپ کے پاس 5000 پوائنٹ ہیں اور آپ سٹور سے ان پوائنٹ کے بدلے 4000 کی خریداری کرتے ہیں تو اب آپ کے پاس 1000 پوائنٹ رہیں گے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات بالکل واضح ہے کہ "سوہنی دھرتی ایپ" سے حاصل شدہ پوائنٹ حکومت کی طرف سے صرف انعام ہیں، اس میں کسی بھی مرحلہ پر حکومت اور پوائنٹ حاصل کرنے والے کے درمیان سودی معاہدہ، سودی لین دین، قرض رکھ کر نفع حاصل کرنا وغیرہ نہیں پایا جاتا، اور یہ معاملہ جُوئے سے بھی خالی ہے کہ اپنے مال کو خطرے پر نہیں پیش کیا جاتا بلکہ اپنا مال محفوظ ہی رہتا ہے اور یہ پوائنٹ بغیر کسی لین دین کے اضافی ملتے ہیں، اور یہاں کسی قسم کا کوئی عقدِ فاسد بھی نہیں، نہ ہی غصب، رشوت، چوری ڈکیتی کی کوئی صورت، لہذا حکومت کی طرف سے ملنے والے یہ پوائنٹ بطورِ انعام ہیں، انہیں لینا اور ان سے نفع حاصل کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

17 شوال المکرم 1444ء 08 مئی 2023ھ

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

لاٹری کی خرید وفروخت

سوال: مفتی صاحب لاٹری کا شرعی حکم بیان فرمائیں، کیا یہ کاروبار جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ایسی لاٹریاں جن میں کبھی پیسے ضائع ہو جاتے ہیں اور کبھی انعام مل جاتا ہے یہ جوئے کے حکم میں ہیں کیونکہ اس میں اپنے مال کو خطرے پر پیش کرنا ہے، اور جوا ناجائز و حرام ہے، نیز اس میں ایک مجہول چیز کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے کہ معلوم نہیں لاٹری کے اندر کیا ہے، لہذا یہ کاروبار جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (سورۃ المائدہ، پارہ 07، آیت 90)

المحیط البرہانی میں ہے: القمار مشتق من القمر الذی یزداد وینقص، سمی القمار قماراً، لان کل واحد من المقامرین ممن یجوز ان یذھب مالہ الی صاحبہ، ویستفید مال صاحبہ، فیزداد مال کل واحد منھما مرۃ وینتقص اخری، فاذا کان المال مشروطاً من الجانبین کان قماراً، والقمار حرام، ولان فیہ تعلیق تملیک المال بالخطر، وانہ لا یجوز یعنی قمار، قمر سے نکلا ہے، جو بڑھتا اور گھٹتا ہے، اسے قمار اس لیے کہا جاتا ہے کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک کا مال اس کے ساتھی کے پاس جا سکتا ہے اور وہ اپنے ساتھی کے مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے، پس ان میں سے ہر ایک کا مال کبھی بڑھ جاتا ہے اور کبھی کم ہو جاتا ہے، پس جب مال جانبین سے مشروط ہو تو وہ قمار ہو گا اور قمار حرام ہے اور اس لیے کہ اس میں مال کے مالک بنانے کو خطرے پر معلق کیا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔ (المحیط البرہانی، کتاب الاستحسان)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

17 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 07 جون 2023ھ

حضرت آدم علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کس نے کی اور جنازہ کس نے پڑھایا؟

سوال: مفتی صاحب حضرت آدم علیہ السلام کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے متعلق بتادیں؟ (سائل: عامر علی آرائیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات پر فرشتوں نے آپ کو غسل دیا خوشبو لگائی اور کفن پہنا کر آپکی نماز جنازہ پڑھی پھر آپکی قبر کھود کر دفن کر دیا۔ اس حوالے سے امام حاکم نے المستدرک میں ایک طویل حدیث ذکر کی جسے امام ابن ہمام و امام طحطاوی علیہما الرحمتہ نے فتح القدیر و حاشیۃ الطحطاوی میں ذکر کیا۔ چنانچہ مستدرک للحاکم میں ہے: لماحضر آدم علیہ السلام ۔۔۔ فقبضوا روحه، ثم غسلوه وحنطوه وكفنوه، ثم صلوا عليه، ثم حفروا له ثم دفنوه، ثم قالوا: يا بني آدم هذه سنتكم في موتاكم، فكذاكم فافعلوا یعنی آپکی موت کے وقت فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح کو قبض کیا پھر آپ کو غسل دیا، خوشبو لگائی، کفن پہنایا، پھر آپکی نماز جنازہ پڑھی، پھر قبر کھودی اور آپکو دفن کر دیا اور لوگوں سے کہا اے بنی آدم تمہارے مردوں کے حوالے سے تمہارا یہ طریقہ ہے، پس تم ایسا کرنا۔ [المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب الجنائز، ۱/۴۹۵]

امام ابن جوزی علیہ الرحمتہ نے تاریخ الملوک و الامم میں حضرت ابن عباس و عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنھم کے حوالے سے نقل کیا کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرشتوں کو لے کر حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں مسجد خیف میں دفن کر دیا: قال: صلى جبريل على آدم، كبر عليه أربعا وصلى جبريل بالملائكة يومئذ، ودفن في مسجد الخيف واحد من قبل القبلة ولحد له وكتم قبره. وقال عروة بن الزبير: أتاه جبريل بثياب من الجنة وحنوط من حنوطها، فكفنه وحنطه وحملته الملائكة حتى وضعته بباب الكعبة وصلى عليه جبريل ثم حملته الملائكة حتى دفنته في مسجد الخيف یعنی جبریل علیہ السلام نے آپ پر چار تکبیریں کہی اور دیگر فرشتوں کو لے کر نماز پڑھائی پھر مسجد خیف میں قبلہ کی ایک جانب آپکو دفن کر دیا، اور آپکے لیے لحد بنائی اور آپکی قبر کو چھپا دیا، اور عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جنتی کپڑے و خوشبو لے کر آئے، آپکو کفن دیا خوشبو لگائی اور فرشتوں نے آپ کو اٹھا کر کعبہ کے دروزے پر رکھا، جبرئیل علیہ السلام نے آپ پر نماز پڑھی پھر فرشتوں نے اٹھایا اور مسجد خیف میں دفن کر دیا۔ [المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ۱/۲۲۸]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

24 شعبان المعظم 1444ھ 17 مارچ 2023ء

کیا حضور علیہ السلام پر تہجد کی نماز فرض تھی؟

سوال: مفتی صاحب کیا حضور علیہ السلام پر تہجد کی نماز فرض تھی، بحوالہ بیان فرمائیں؟ (سائل: شمیم خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جمہور علمائے کرام کے نزدیک حضور علیہ السلام پر تہجد کی نماز فرض تھی، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔ (القرآن، الاسراء، 79)

اسکی تفسیر میں علامہ اَبو البرکات نسفی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں: والمعنى أن التهجد زيد لك على الصلوات المفروضة غنيمة لك أو فريضة عليك خاصة دون غيرك لأنه تطوع لهم "یعنی مطلب یہ ہے کہ (پانچ) فرض نمازوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ، آپ علیہ السلام پر تہجد بطور غنیمت یا بطور فرضیت زائد ہے، آپ علیہ السلام کے علاوہ آپ کی امت پر فرض نہیں کہ امت کے حق میں نفل ہے۔

[تفسیر النسفی، مدارك التنزيل وحقائق التأويل، 2/273]

السنن الکبری للبیہقی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة على فريضة وهى لكم: سنة الوتر والسواك وقيام الليل یعنی تین چیزیں میرے اوپر فرض ہیں اور تمہارے اوپر سنت، وتر مسواک اور قیام لیل (یعنی تہجد) [السنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، حدیث 13272، ۷/۶۲]

فتاوی رضویہ میں ہے: اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔ (فتاوی رضویہ، ج7، ص403)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

09 رمضان المبارک 1444ھ 31 مارچ 2023ء

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ — وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

AL RAZA QURAN-O-FIQH ACADEMY

قرآن و فقہ کی تعلیم کا مرکز

الرضا قرآن و فقہ اکیڈمی آن لائن

سادات کا سلسلہ نسب کس سے شروع ہوتا ہے؟

سوال: مفتی صاحب سادات کا سلسلہ نسب حضور علیہ السلام سے شروع ہوا یا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے؟ (سائل: عادل انصاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

سادات کا سلسلہ نسب حضور علیہ السلام سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا کے واسطے سے شروع ہوا نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ بے شک عام طور پر اولاد کی نسبت باپ کی طرف کی جاتی ہے اور کسی شخص کی نسل اس کے بیٹوں اور پوتوں سے ہی چلتی ہے لیکن حضور علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پاک اولاد حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور آپ علیہ السلام کی مبارک نسل آپ کے دونوں نواسوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے چلی۔ چنانچہ مستدرک علی الصحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مبارکہ ہے جس میں سرکار علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا: لكل بني أم عصبة ينتمون إليهم إلا ابني فاطمة، فأنا وليهما وعصبتهما یعنی تمام انسانوں کا عصبہ (ددھیال کا رشتہ، سرپرست) ہے اور وہ اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کے دونوں بیٹوں کے، کیونکہ ان دونوں کا ولی و عصبہ میں ہوں۔ [المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب معرفة الصحابه، ۱۷۹/۳]

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خیال رہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی اولاد حضور علیہ السلام کی نسل ہے اس سے حضور کی نسل چلی گویا حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) حضور علیہ السلام کی نسل بھی ہیں اور نسل کی اصل بھی، ورنہ نسب باپ سے ہوتا ہے نہ کہ ماں سے۔ (مرآۃ المناجیح، ج8، شرح حدیث نمبر 6165)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

24 شعبان المعظم 1444ھ 17 مارچ 2023ء

امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دیگر اولاد سید ہے؟

سوال: مفتی صاحب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج سے جو اولاد ہے وہ بھی سادات میں شامل ہے، وہ اپنے آپ کو سید کہہ سکتے ہیں؟ (سائل: عادل انصاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ کی غیر فاطمی اولاد سید نہیں ہے وہ علوی ہے۔ وہ اپنے ساتھ سید نہیں لکھوا سکتے کہ سید لکھوانا صرف امام حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہما کی اولاد کے ساتھ خاص ہے۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ان اسم الشریف کان یطلق فی الصدر الاول علی کل من کان من اهل البیت سواء کان حسنیا ام حسینیا ام علویا من ذریة محمد بن الحنفیة وغیرہ من اولاد علی بن ابی طالب ام جعفریا ام عقیلیا ام عباسیا ولهذا تجد تاریخ الحافظ الذهبی مشحونا فی التراجم بذلك یقول: الشریف العباسی، الشریف العقیلی، الشریف الجعفری، الشریف الزینبی، فلما ولی الخلفاء الفاطمیون بمصر قصروا اسم الشریف علی ذریة الحسن والحسین فقط فاستمر ذلك بمصر الی الآن یعنی صدرِ اول میں شریف (سیّد) کا اطلاق ہر اس فرد پر کیا جاتا تھا، جو اہلبیت میں سے ہوتا تھا، چاہے وہ حسینی ہو یا حسنی یا حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علوی ہو اور ان کے علاوہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہو یا جعفری ہو یا عقیلی یا عباسی، اسی وجہ سے حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ کی تاریخ میں تم یہ بات پاؤ گے کہ ان کی تاریخ اسی اصطلاح سے بھری ہوئی ہے کہ وہ کہتے ہیں: عباسی شریف (سادات) عقیلی شریف، جعفری شریف، زینبی شریف، پس جب مصر میں فاطمی خلفاء کی خلافت آئی، تو انہوں نے شریف (سیّد) کا لفظ فقط حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد پاک کے ساتھ خاص کر دیا اور یہی اصطلاح اب تک مصر میں چلی آ رہی ہے۔ (الحاوی للفتاوی، کتاب الادب والرقائق، العجاجة الزرنبية)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

28 شعبان المعظم 1444ھ 21 مارچ 2023ء

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یاحبیب اللہ
AL RAZA QURAN-O FIQH ACADEMY -FIQH ACADEMY
قرآن وفقہ کی تعلیم کا مرکز
الرضا قرآن وفقہ اکیڈمی آن لائن

کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں اس دور کا موسی ہے

سوال: مفتی صاحب اس طرح کہنا کیسا کہ ہر دور کا ایک فرعون ہوتا ہے اور فرعون کے مقابلے میں موسیٰ ہوتا ہے۔ اور اس دور کا موسیٰ فلاں ہے، بعض اوقات وہ شخص فاسق ہوتا ہے۔(ارسلان عطاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

یہ جملہ محاورے کے طور پر بولا جاتا ہے، اور یہاں موسی سے مراد حق کا علمبردار، باطل کا مقابلہ کرنے والا، باطل کو مٹانے والا اور فرعون سے مراد حق کا مقابل یعنی فساد پیدا کرنے والا ہے۔ اس طرح کے کلام میں موسی سے مراد اللہ کے نبی علیہ السلام نہیں اور نہ ہی فرعون سے مراد وہ فرعون جو موسی علیہ السلام کے مقابل تھا۔ لہذا کسی بھی شخص جس میں ایسی صفت پائی جائے اُسکے لیے پوچھے گئے الفاظ کے استعمال میں حرج نہیں۔

کہا جاتا ہے لکل فرعون موسی یعنی ہر فرعون کے لیے موسی ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد ہے لکل مبطل محق و لکل مفسد مصلح یعنی ہر باطل پرست کو مٹانے والا اور ہر فساد پھیلانے والے کے لیے کوئی مصلح ہوتا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

16 شعبان المعظم 1444ھ 09 مارچ 2023ء

Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
Al Raza Quran-o-Fiqh Academy
www.arqfacademy.com
Fiqhi Masail Group فقہی مسائل گروپ
Phone No:+923471992267

ہر ایک کو مُرشد کہنا کیسا؟

سوال: مفتی صاحب آج کل لوگ ہر کسی کو مرشد کہہ دیتے ہیں، چاہے وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو، اسکے متعلق شرعی رہنمائی فرمادیں، کیایوں ہر ایک کو یا فاسق و فاجر کو مرشد کہہ سکتے ہیں؟ (سائل: سید عابد شاہ، لیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

مرشد کا مطلب رہنمائی کرنے والا ہے، اس اعتبار سے یہ لفظ اس صفت کے حامل رہنمائی کرنے والوں کے لیے استعمال کرنے میں حرج نہیں جیسے امام، خطیب، عالم، مفتی، پیر، استاد وغیرہ، لیکن ہمارے عرف میں یہ لفظ خاص طریقت کے باب میں رہنما یعنی پیر جسکے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے، کے لیے بولا جاتا ہے، لہذا مناسب یہی ہے کہ انہی کے لیے بولا جائے۔ نیز اچھے برے کی تمیز کیے بغیر ہر خاص و عام بالخصوص جو لوگ اس صفت کے حامل ہی نہیں یا فاسق و فاجر ہیں، ان کے لیے یہ لفظ کہنا ہر گز درست نہیں کہ قرآن و حدیث میں جھوٹی تعریف کرنے کرانے، فاسق و فاجر کی تعریف و تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ترجمہ: ہر گز گمان نہ کروان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہر گز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(القرآن، البقرۃ، آیت 188)

کنز العمال میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: إذا مدح الفاسق غضب الرب، فاهتزلذلك العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔

[المتقی الھندی، کنزالعمال، کتاب الأخلاق، ۳/۵۷۵]

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابو الحسن حافظ محمد حق نواز مدنی

12 ذیقعدۃ الحرام 1444ء 02 جون 2023ھ